قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے

(قرآن مجید کی 26 آیات پر اعتراضات کے جوابات)

مصنف: محمد حمید کوثر (قادیان)
ناظر دعوت الی اللہ مرکزیہ شمالی ہند

نام کتب :قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے
(قرآن مجید کی 26 آیات پر اعتراضات کے جوابات)

مرتبہ :مولانا محمد حمید کوثر صاحب

سن اشاعت بار اول :2021

تعداد کتب : 500

مطبع :فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان

ناشر :نظارت نشر و اشاعت

قادیان 143516، گورداسپور، پنجاب، انڈیا

Name of Book :Quran Majeed ka Muhafiz Allah Taala Hai(Quran Majeed ki 26 Aayat Par Etrazat ke Jawabat)

Author :Mohammad Hameed Kausar

Edition :First Edition 2021

Copies :

Printed at :Fazl-E-Umar Printing Press Qadian

Publisher :Nazarat Nashr-O-Ishat

Qadian-143516,Gurdaspur,Punjab

TollFree:1800-103-2131

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اس روئے زمین پر بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کا یہ ایمان ویقین قیامت تک رہے گا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور نزول کے دن سے ہی اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی حفظ وامان میں رکھا ہوا ہے اور قیامت تک رکھے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ ۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پچھلی چودہ صدیوں میں شیطانی اور طاغوتی طاقتوں نے اس کلام الٰہی میں سینکڑوں مرتبہ شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوششیں کیں اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔حال میں ہی لکھنؤ کے وسیم رضوی نامی ایک شخص نے سپریم کورٹ آف انڈیا میں ایک عرضی داخل کی اور 26 آیات قرآنیہ کو حذف کرنے کا مطالبہ کیا۔بقول عرضی دہندہ ان آیات میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کی تعلیم دی گئی ہے۔جس سے موجودہ دور میں بعض گروہ نوجوانوں کو دہشت گردی کے لئے ورغلاتے ہیں اور بقول اس کے یہ آیات حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارکہ میں قرآن مجید کا حصہ نہ تھیں بلکہ خلفائے راشدین میں سے پہلے تین خلفاء نے ان کو قرآن مجید میں شامل کیا۔

الحمد للہ مؤرخہ 12 اپریل 2021ء کو سپریم کورٹ نے مذکورہ عرضی خارج کر دی اور اُس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے پچاس ہزار روپئے (50,000) جرمانہ عائد کر دیا۔چنانچہ اس ضمن میں روزنامہ ہندسماچار میں مؤرخہ 13 اپریل 2021 کو درج ذیل خبر شائع ہوئی:

نئی دہلی، 12 اپریل (یو این آئی): سپریم کورٹ نے سوموار کو قرآن مجید کی 26 آیات کو ہٹانے کی درخواست خارج کر دی۔ جسٹس روہنگٹن فالی نریمن کی سر براہی والی بینچ نے اُتر پردیش شیعہ وقف بورڈ کے سابق چیئرمین وسیم رضوی کی درخواست خارج کر دی اور ان پر 50,000 روپئے کا جرمانہ عائد کیا۔ جسٹس نریمن نے کہا ''یہ مکمل طور پر غیر سنجیدہ رٹ پٹیشن ہے''۔ کیس کی سماعت کے دوران جسٹس نریمن نے پوچھا کہ کیا درخواست گزار اس درخواست کے بارے میں سنجیدہ ہے؟'' انہوں نے کہا ''کیا آپ درخواست کی سماعت پر اصرار کر رہے ہیں؟ کیا آپ واقعی سنجیدہ ہیں؟''

قرآن مجید کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے وسیم رضوی کی طرف سے پیش سینئر ایڈووکیٹ آر کے رائے زادہ نے جواب دیا کہ وہ مدرسہ تعلیم کے ضوابط کے لئے اپنی درخواست محدود کر رہے ہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے مؤکل کا موقف پیش کیا، جس سے بینچ مطمئن نظر نہیں آیا اور اس نے 50 ہزار روپئے جرمانہ عائد کرتے ہوئے درخواست خارج کر دی۔

خیال رہے رضوی کی عرضی میں کہا گیا تھا کہ ان آیات میں انسانیت کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کیا گیا ہے اور یہ مذہب کے نام پر نفرت، قتل، خون خرابہ پھیلانے والا ہے، اس کے ساتھ ہی یہ آیات دہشت گردی کو فروغ دینے والا ہے۔

رضوی کا یہ بھی کہنا تھا کہ یہ قرآنی آیات مدارس میں بچوں کو پڑھائی جا رہی ہیں

،جو ان کی بنیاد پرستی کا باعث ہیں، درخواست میں کہا گیا ہے کہ قرآن کی ان 26 آیات میں تشدد کی تعلیم دی گئی ہے، ایسی تربیت جو دہشت گردی کو فروغ دیتی ہے اسے روکا جانا چاہئے۔

(ہندسماچار، جالندھر، پنجاب مؤرخہ 13 اپریل 2021 صفحہ 2،1)

الحمدللہ 26 آیات حذف کروانے کے سلسلہ میں عرضی تو خارج ہوگئی مگر عرضی دہندہ اور اسکے ہمنواؤں نے مذکورہ آیات اور بخاری کی بعض احادیث کے حوالہ سے قرآن مجید کے بارے میں شکوک وشبہات ذرائع ابلاغ کے ذریعہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس سے بعض غیر مسلموں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ:

1۔جب ایک مسلمان نے قرآن مجید کے بارے میں تحریف اور تبدیل کرنے کا الزام لگایا ہے تو اس میں سچائی کیا ہے؟

2۔دوسری طرف مسلمانوں کی نئی نسل مسلمان ہونے کے باوجود عرضی دہندہ کے تحریر کردہ اعتراضات کا جواب چاہتی ہے تاکہ وہ اس جواب کی روشنی میں خود کو اور غیر مسلم دوستوں کو قرآن مجید کی صداقت کا قائل کر سکے۔

مذکورہ وجوہات کی بناء پر وسیم رضوی کے تحریر کردہ اعتراضات کے جوابات تحریر کر دئے گئے ہیں۔اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان جوابات کو مسلمانوں اور دوسرے مذاہب کے سنجیدہ طبع دوستوں کے دلوں میں پیدا شدہ اوہام کے ازالے کا باعث بنادے۔آمین۔

نیز خدائے کریم قرآن مجید کے بارے میں انکے ایمان وایقان کو مزید تقویت و مضبوطی بخشے۔آمین۔

خاکسار کے تحریر کردہ جوابات کی نظر ثانی اور کمپوزنگ مکرم محمد نورالدین صاحب نائب ناظر دعوت الی اللہ اور مکرم طاہر احمد منیر صاحب مربی دعوت الی اللہ نے کی ہے۔جزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

والسلام

خاکسار

محمد حمید کوثر

قادیان دارالامان

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	
2	تمہید	1
3	اعترض نمبر 1	3
4	قرآن مجید کے جمع کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے قبول کی ہوئی ہے	4
5	قرآن مجید کے نزول اور جمع کرنے کی تاریخ	5
6	قرآن مجید کی حفاظت کا دوسرا طریقہ	7
7	حفاظت قرآن مجید بذریعہ جبریل علیہ السلام	11
8	حفاظت قرآن مجید کے متعلق مستشرقین کا اعتراف	12
9	اعتراض نمبر 2	15
10	اعتراض نمبر 3	19
11	اعتراض نمبر 4	21
12	الٰہی حفاظت کا ناقابل تردید ثبوت	23
13	اعتراض نمبر 5	27
14	اعتراض نمبر 6	28

15	اعتراض نمبر 7	30
16	تورات اور انجیل میں جنگ کی تعلیم	34
17	گیتا میں جنگ کے بارے میں تعلیم	36
18	جماعت احمدیہ مسلمہ اور خدمت قرآن	45
19	حفاظت قرآن مجید اور جماعت احمدیہ	49
20	جماعت احمدیہ اور عقیدہ جہاد	52
21	درخواست دہندہ کی طرف سے پیش کردہ آیات کا عربی متن، اس کا ترجمہ اور پھر وضاحت	60
22	اعتراض آیت نمبر 2(a)	60
23	اعتراض آیت نمبر 2(a)	66
24	اعتراض آیت نمبر 2(b)	67
25	اعتراض آیت نمبر 2(d)	68
26	اعتراض آیت نمبر 2(f)	69
27	اعتراض آیت نمبر 2(i)	70
28	اعتراض آیت نمبر 2(k)	71
29	اعتراض آیت نمبر 2(o)	72
30	اعتراض آیت نمبر 2(p)	72

31	اعتراض آیت نمبر 2(s)	73
32	اعتراض آیت نمبر 2(n)	74
33	اعتراض آیت نمبر 2(w)	75
34	اعتراض آیت نمبر 2(x)	76
35	اعتراض آیت نمبر 2(z)	76
36	اعتراض آیت نمبر 2(c)	81
37	اعتراض آیت نمبر 2(e)	84
38	اعتراض آیت نمبر 2(g)	89
39	اعتراض آیت نمبر 2(h)	92
40	اعتراض آیت نمبر 2(j)	94
41	وید اور گیتا میں خدا کا تصوّر	97
42	توحید کا ذکر بھگوت گیتا سے	98
43	تورات اور انجیل میں خدا کا تصوّر	99
44	گورو گرنتھ صاحب میں خدا کا تصوّر	100
45	اعتراض آیت نمبر 2(l)	103
46	اعتراض آیت نمبر 2(m)	104
47	اعتراض آیت نمبر 2(q)	108

48	اعتراض آیت نمبر 2(r)	111
49	اعتراض آیت نمبر 2(t)	113
50	اعتراض آیت نمبر 2(u)	115
51	جزیہ کا مفہوم	117
52	اعتراض آیت نمبر 2(v)	121
53	اعتراض آیت نمبر 2(y)	125
54	حرف آخر	130

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بِن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾

تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾

۔بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾

جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ﴿۶﴾

ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔

صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ﴿۷﴾

ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تُو نے انعام کیا۔ جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔

سید وسیم رضوی ولد سید محمد زکی مرحوم سابق چیئر مین شیعہ وقف بورڈ یوپی تحریر کرتے ہیں کہ میں آپکے سامنے قرآن مجید کے بارے میں چند امور رکھتا ہوں۔ ان پر سنجیدگی سے غور کیجئے۔ (ختم شد)

موصوف کے امور قرآن شریف پر اعتراضات کا ایک سلسلہ ہے جو انہوں نے اپنی درخواست میں کیا ہے، اُنکے اعتراضات کے جوابات درج ذیل ہیں:

اعتراض نمبر 1:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ 632ء میں فوت ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانیت کے لئے ایک پیغام دیا تھا اور یہ قرآن ان کی زندگی میں نہیں بنا تھا بلکہ آپکے بعد بنایا گیا۔

جواب: ہر سچا اور حقیقی مسلمان بلکہ ہر انسان یہ یقین و ایمان رکھتا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے۔ اسکے علم اور اذن کے بغیر اس روئے زمین پر ایک پتّا بھی نہیں ہل سکتا اور اُسی مالک کائنات رب العالمین نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقریباً 23 سال کے عرصہ میں قرآن مجید نازل فرمایا اور اُسی نازل کرنے والے الہ العٰلمین نے اُسی قرآن میں یہ اعلان اور وعدہ ابد تک کے لئے فرما دیا کہ

1- اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۱۰﴾

(سورۃ الحجر، سورۃ نمبر 15 آیت نمبر 11)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما دیا کہ میں نے ہی قرآن مجید کو اتارا ہے

اور میں ہی اس کا محافظ اور نگہبان رہونگا۔اور زمین پر رہنے والے کسی انسان کی مجال نہیں کہ وہ اس میں کمی بیشی کر دے۔اس وعدے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے یہ جرأت اور جسارت کی کہ قرآن مجید میں کوئی ردّ و بدل کمی یا اضافہ کرے اُسے قادر مطلق خدا قطعاً ایسا نہیں کرنے دیگا اور گزشتہ 14 صدیاں اس پر گواہ اور شاہد ہیں۔

قرآن مجید کے جمع کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے قبول کی ہوئی ہے:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ج

（سورۃ القیٰمۃ سورۃ نمبر 18 آیت نمبر 75）

ترجمہ: یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کی تلاوت ہماری ذمہ داری ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اسکو نازل کیا ہے وہی حفاظت کرے گا اور اسکو جمع کرنے اور اسکی قرأت وتلاوت کروانے کا سارا انتظام خدائے ذوالجلال خود کرے گا اس وعدہ الٰہی کی موجودگی میں کسی دست انسانی میں وہ طاقت نہیں کہ قرآن مجید کو ازخود اپنی مرضی سے اپنی خواہش سے جمع کرنے کی کاروائی کرے اور پچھلی چودہ صدیاں اس حقیقت پر گواہ ہیں۔

قرآن مجید کے نزول اور جمع کرنے کی تاریخ:

ایک اندازے کے مطابق قرآن مجید کا نزول 24 ناتق (رمضان) بمطابق 20 اگست 610ء کو ہونا شروع ہوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات مؤرخہ یکم ربیع الاوّل 11 ہجری بمطابق 26 مئی 632ء تک مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا۔ اس حساب سے آپکی نبوت کے ایام کی تعداد تقریباً سات ہزار نو صد ستّر (7970) بنتی ہے اور قرآن کریم کے الفاظ کی مجموعی تعداد ستتّر ہزار نو صد چوبیس (77924) بنتی ہیں۔ اس حساب سے روزانہ نزول کی اوسط کم وبیش نو (9) الفاظ بنتے ہیں۔ تاریخ سے علم ہوتا ہے کہ بعض اوقات قرآن مجید کی آیات زیادہ نازل ہوتی تھیں اور بعض اوقات کم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریق مبارک تھا کہ جتنی آیات نازل ہوتیں صحابہ کرام کو ساتھ ساتھ زبانی یاد کروا دیتے۔ نزول قرآن کی ابتداء سے ہی حضرت جبریلؑ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اُس وقت تک نہ جاتے جب تک آپکے حافظے میں نازل شدہ آیات محفوظ اور یاد نہ ہو جاتیں اور جبریلؑ کے جانے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس آتے تو اُنکو نازل شُدہ آیات ساتھ ساتھ یاد کرواتے جاتے اور اس طرح قرآن مجید صحابہ کے حافظہ میں روز اوّل سے ہی محفوظ ہوتا چلا جا

رہا تھا۔ صحابہ کے سینے اور حافظہ میں جو قرآن مجید جمع اور محفوظ ہوتا رہا وہ تابعین اور تبع تابعین نے اپنے حافظہ اور سینے میں محفوظ کیا اور وہی قرآن مجید نسل در نسل سینہ بہ سینہ آج تک مسلمانوں کے حافظہ میں محفوظ ہے اور ایک کے بعد دوسری نسل میں منتقل ہوتا چلا جا رہا ہے۔ تاریخ اسلام میں ذکر ہے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں جو آخری حج فرمایا اس میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000) صحابہ تھے اور یہ ایک طبعی اور قدرتی بات ہے کہ اُن میں سے ایک بڑی تعداد ایسے حفاظ کی تھی جسکے حافظہ و سینے میں قرآن مجید محفوظ تھا۔ پھر رمضان المبارک میں تراویح کا سلسلہ شروع ہوا اور رمضان میں ساری دنیا کی بڑی بڑی مساجد میں مکمل قرآن مجید کے حافظ (امام) نمازیوں کو بلند آواز سے قرآن مجید سناتے ہیں اور ایک حافظ امام کے پیچھے کھڑا رہتا ہے تاکہ اگر امام کسی جگہ بھول جائے تو وہ اسکو یاد کرائے۔ تراویح کا یہ تسلسل انڈونیشیا سے لیکر چین اور افریقہ، یورپ اور امریکہ برصغیر، ہند و پاک اور عرب میں جاری اور ساری ہے اور سینہ بسینہ محفوظ قرآن مجید کے پڑھنے میں کہیں بھی کوئی فرق نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی سب سے بڑی تصدیق اور سچائی ہے کہ پچھلی چودہ صدیوں میں قرآن مجید سینہ بسینہ نسل بنسل بڑے محفوظ طریق سے

منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اور اسکی کوئی مثال دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ملے گی اور حفاظت کے اس نظام کو نظر انداز کر کے کوئی اعتراض کرنا پرلے درجے کی جہالت کا ثبوت ہوگا۔

قرآن مجید کی حفاظت کا دوسرا طریقہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ طریق تھا کہ جو آیات قرآن شریف کی نازل ہوتی جاتی تھیں انہیں ساتھ ساتھ لکھواتے جاتے اور خدائی تفہیم کے مطابق ان کی ترتیب بھی خود مقرر فرماتے جاتے تھے۔اس بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوتی ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل حدیث بطور مثال کے پیش کی جاسکتی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّان رضی اللہ عنهما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا نَزَلَ عليه شيئٌ دَعَا بَعْضَ مَن كَانَ يَكْتُبُ فيقول ضَعوا هٰؤُلَآءِ الاٰيات فی سو رة الَّتی يَذْ كُرُ فيها كَذَاوَ كَذَا فَاِذَا نَزَلَتْ عَلَيْه الاٰيَةُ فَيَقُولُ ضَعُوا هٰذِهِ الاٰيَة فی السُورة الّتی يذكر فيها كذاوَ كذا

(ترمذی وابوداؤد مسند احمد بحوالہ مشکوۃ ابواب فضائل قرآن)

یعنی حضرت ابن عباس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان خلیفہ ثالث (جو آنحضرت کے زمانہ میں کاتب وحی رہ چکے تھے) فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب کچھ آیات اکٹھی نازل ہوتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاتبان وحی میں سے کسی کو بلا کر ارشاد فرماتے تھے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ لکھو اور اگر ایک ہی آیت اُترتی تھی تو پھر اسی طرح کسی کاتب وحی کو بلا کر اور جگہ بتا کر اسے تحریر کروا دیتے تھے۔

جن صحابہ سے کتابت وحی کا کام لیا جاتا تھا اُن کے نام اور حالات تفصیل و تعین کے ساتھ تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اُن میں سے زیادہ معروف صحابہ یہ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت شرجیل بن حسنہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔

(فتح الباری جلد 9 صفحہ 19 و، زرقانی جلد 4 صفحہ 311 تا 326)

اس فہرست سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتدائے اسلام سے ہی ایک معتبر جماعت قرآنی وحی کے قلمبند کرنے کے لئے میسّر تھی اور اس طرح قرآن شریف نہ صرف ساتھ ساتھ تحریر میں آتا گیا تھا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس کی موجودہ ترتیب بھی جو

بعض مصالح کے تحت نزول کی ترتیب سے جدا رکھی گئی ہے قائم ہوتی گئی تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جبکہ نزول قرآن مکمل ہو چکا تھا حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اوّل نے حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت زید بن ثابت انصاری کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب وحی رہ چکے تھے حکم فرمایا کہ وہ قرآن شریف کو ایک باقاعدہ مصحف کی صورت میں اکٹھا کروا کر محفوظ کر دیں۔چنانچہ زید بن ثابتؓ نے بڑی محنت کے ساتھ ہر آیت کے متعلق زبانی اور تحریری ہر دو قسم کی پختہ شہادت مہیّا کر کے اسے ایک باقاعدہ مصحف کی صورت میں اکٹھا کر دیا۔(بخاری کتاب فضائل القرآن باب کتاب النبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔اس کے بعد جب اسلام مختلف ممالک میں پھیل گیا تو پھر حضرت عثمانؓ خلیفہٴ ثالث کے حکم سے زید بن ثابتؓ کے یکجا کردہ نسخہ کے مطابق قرآن شریف کی متعدد مستند کاپیاں لکھوا کر تمام اسلامی ممالک میں بھجوا دی گئیں۔(بحوالہ بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن، فتح الباری جلد 9 صفحہ 17-18)“

حفاظت کے اس دوسرے طریق کے بعد معترض کے اعتراض کا کھوکھلا پن اور بے بنیاد ہونا واضح اور ثابت ہے اور یہ کہنا کہ قرآن مجید کی کتاب بعد میں بنائی گئی

انتہائی حیرت انگیز ہے اور کم علمی کا ثبوت ہے۔ معترض کو علم ہونا چاہئے کہ لفظ کتاب (کَتَبَ، یَکْتُبُ، کِتَاباً) سے ماخوذ ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی ابتداء میں ہی ہر قرآن پڑھنے والے کو یہ نوید سنا دی ''ذالك الكتاب'' کہ یہ وہ کتاب ہے۔ معترض کو چاہئے لفظ کتاب پر غور کرے اگر یہ کتاب تحریر شدہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود نہ تھی تو اُس وقت منافقین اور مخالفین اسلام جو مدینہ میں ہی موجود تھے یہ سوال اُٹھاتے کہ جس کلام الٰہی کو کتاب کہا جا رہا ہے وہ ہے کہاں؟۔ وہ کتابی شکل میں ہمیں نظر نہیں آتی۔ اُن کے سکوت سے واضح ہے کہ اس وقت کے مروجہ طریق کے مطابق قرآن مجید تحریری شکل میں موجود تھا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ نے اعلان فرمایا لَارَيْبَ فِيْهِ یہ جو کتاب ہے اس میں شک کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ کوئی خدشہ اور نہ کوئی امکان۔ اے قرآن پڑھنے والے پورے یقین اور اطمینان سے اسکو پڑھ اور اس کا مطالعہ کر۔ ان سارے امکانی اعتراضات کا اللہ تعالیٰ نے ابتدائی دو الفاظ میں ازالہ فرما دیا ہے۔

حفاظت قرآن بذریعہ جبریل علیہ السلام:

پھر اللہ تعالیٰ نے حفاظت اور حد درجہ احتیاط کے مدِّنظر یہ طریق بھی اختیار فرمایا کہ ہر رمضان میں جتنا قرآن مجید نازل ہوا کرتا تھا حضرت جبریلؑ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکی دہرائی فرمایا کرتے تھے اور پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا آخری سال تھا تو دونوں نے یہ دہرائی دو بار کی۔ چنانچہ حضرت ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کان میں فرمایا کہ ہر سال جبریل میرے ساتھ قرآن کا ایک دفعہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو دفعہ دور کیا میں یہی سمجھتا ہوں کہ میرے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔

إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْآنَ كُلَّ سَنَةٍ وَإِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ ۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔باب کان جبریل یَعرِضُ القرآن)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُس بیماری میں جس میں آپکی وفات ہوئی اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا سے فرمایا جبریل ہر سال مجھ سے ایک بار قرآن کریم کا دور کرتے تھے لیکن اس سال

انہوں نے دو دفعہ دور کیا ہے۔

اب اس الٰہی انتظام کے بعد کوئی امکان موجودہ قرآن مجید میں کمی بیشی کا نہیں رہتا۔

حفاظت قرآن مجید کے متعلق مستشرقین کا اعتراف:

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ مستشرقین نے اس بات کا برملا اقرار کیا ہے کہ آج جو قرآن مجید مسلمانوں کے ہاتھوں اور ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ وہی قرآن ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ بعض کی آراء درج ذیل ہیں۔

سرولیم میور کی رائے: سرولیم میور لکھتے ہیں کہ ''دنیا کے پردے پر غالباً قرآن کے سوا اور کوئی کتاب ایسی نہیں جو بارہ سو سال کے طویل عرصہ تک بغیر کسی تحریف اور تبدیلی کے اپنی اصلی صُورت میں محفوظ رہی ہو۔''

پھر لکھتے ہیں:

''ہماری اناجیل کا مسلمانوں کے قرآن کے ساتھ مقابلہ کرنا جو بالکل غیر محرّف و مبدّل چلا آرہا ہے۔ دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کرنا ہے جنہیں آپس میں کوئی بھی نسبت نہیں''

پھر لکھتے ہیں:

''اس بات کی پوری پوری اندرونی اور بیرونی ضمانت موجود ہے کہ قرآن اب بھی اُسی

شکل وصورت میں ہے جس میں کہ محمد نے اُسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا‘‘

پھر لکھتے ہیں:

ہم یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت محمد سے لے کر آج تک اپنی اصلی اور غیر مبدّل صورت میں چلی آئی ہے۔‘‘

(بحوالہ لائف آف محمد دیباچہ صفحہ 21، 22، 25، 26)

نولڈکی کی رائے: نولڈکی جو جرمنی کا ایک نہایت مشہور عیسائی مستشرق گذرا ہے اور جو اس فن میں گویا اُستاد مانا گیا ہے۔ قرآن شریف کے متعلق لکھتا ہے کہ:

’’آج کا قرآن بعینہٖ وہی ہے جو صحابہ کے وقت میں تھا۔‘‘

پھر لکھتا ہے:

’’یُورپین علماء کی یہ کوشش کہ قرآن میں کوئی تحریف ثابت کریں قطعاً ناکام رہی ہے۔‘‘

(انسائیکلوپیڈیا بریٹانکا زیر لفظ قرآن)

پروفیسر نکلسن کی رائے: پھر انگلستان کا مشہور مسیحی مستشرق پروفیسر نکلسن اپنی انگریزی تصنیف ’’عرب کی ادبی تاریخ‘‘ میں لکھتا ہے: ’’اسلام کی ابتدئی تاریخ کا علم حاصل کرنے کے لئے قرآن ایک بے نظیر اور ہر شک وشبہ سے بالا کتاب ہے اور یقیناً

بُدھ مذہب یا میسحیت یا کسی قدیم مذہب کو اس قسم کا مستند عصری ریکارڈ حاصل نہیں ہے، جیسا کہ قرآن میں اسلام کو حاصل ہے۔'' (عرب کی ادبی تاریخ)

مخالفین کی آراء کے بعد برملا یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

اَلفَضلُ مَا شَهِدَت بِهِ الْاَعدَاءُ ۔فضیلت وہی ہوتی ہے جس کی دشمن گواہی دے۔جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

اعتراض نمبر 2:

معترض نے صحیح بخاری کی بعض احادیث کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چار صحابہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام سے واقف تھے یہی چار انصار تھے جنہوں نے قرآن کریم کو جمع کیا اور پھر حضرت ابو درداء کا ذکر کیا ہے۔ (ختم شد)

جواب: معترض کے اعتراض کے جواب میں تحریر ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں ایک شخص مسیلمہ (کذّاب) نامی نے نبوت کا اعلان کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مملکت اسلامیہ سے بغاوت کر دی۔ یہ شخص یمامہ کا رہنے والا تھا جب اسکی بغاوت کا اثر وسیع ہونے لگا اور یہ فتنے کا موجب بننے لگا تو حضرت ابو بکرؓ نے اسکی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو تیرہ ہزار (13000) مسلمانوں کا لشکر دیکر روانہ فرمایا۔ مسیلمہ کذاب نے اپنے چالیس ہزار (40000) عسکریوں کے ساتھ خالد بن ولید کے لشکر کا مقابلہ کیا اور فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور اس جنگ میں بہت سارے صحابہ شہید ہو گئے۔ ان میں سے بہت سے قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے۔ بخاری میں روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ اس حادثہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے مجھے اپنے پاس

بلایا۔ اُس وقت حضرت عمر بن الخطاب بھی آپکے پاس تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے یعنی زید بن ثابتؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن مجید کے بہت سے حفاظ شہید ہو گئے ہیں اور اسی طرح اور کئی مقامات پر قدیمی حفاظ و قراء شہید ہو گئے ہیں اور فوت ہوتے چلے جارہے ہیں۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ قرآن مجید کو یکجا کرنے کا حکم دیں۔ میں نے حضرت عمر سے کہا میں وہ کام کس طرح کر سکتا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم پھر بھی یہ اچھا ہے۔ پس حضرت عمر بار بار مجھے کہتے رہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے مندرجہ ذیل الفاظ غور طلب ہیں۔

حَتّٰی شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرِی لِذٰلِكَ (بخاری کتاب التفسیر باب جمع القرآن)

یعنی اللہ نے قرآن کریم کو یکجا کرنے کے لئے حضرت ابو بکر کا سینہ کھول دیا۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ اوّل جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ (سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 40) دو میں سے ایک۔ اس کا سینہ اس اللہ تعالیٰ نے کھولا جس نے قرآن مجید نازل

فرمایا تھا اور اسکے ذریعہ سے وہ وعدہ پورا فرمایا

''وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ'' (سورۃ الحجر، سورۃ نمبر 15 آیت نمبر 11)

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۸﴾

(سورۃ القیمۃ، سورۃ نمبر 75 آیت نمبر 18)

قرآن مجید کو یکجا کروانا، رکھوانا اور قیامت تک اسکی حفاظت کرتے چلے جانا یہ اللہ کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ بخاری کی روایت میں مذکور ہے کہ قرآن مجید جو مختلف مقامات پر تحریر شدہ تھا اسکو یکجا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن ثابت کو شرح صدر عطا فرمایا انہوں نے قرآن مجید کو کھجور (لکڑی) کی تختیوں اور پتھر کی سلیٹوں اور ''صدور الرجال'' لوگوں کے سینوں میں سے محفوظ اور یکجا کیا۔

یاد رہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ قرآن مجید کو یکجا کرنے کی یہ کاروائی کہیں چھپ کر یا خفیہ طور پر نہیں کر رہے تھے بلکہ مدینہ منورہ میں یہ فریضہ ادا کر رہے تھے اور اُس وقت اُسی مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور قدیمی کبار صحابہ بھی موجود تھے ان کی موجودگی میں کسی قسم کے حذف و اضافہ کا کوئی امکان ہرگز نہ تھا اور نہ ہی کسی نے ایسے شبہ کا اظہار کیا۔ یہ مستند مصحف قرآن مجید حضرت ام المومنین حفصہؓ

جو حضرت عمرؓ کی صاحبزادی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ تھیں کے پاس امانتاً رکھوا دیا گیا اور جب حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں مملکت اسلامیہ کی حدود عجمی اور غیر عربی علاقوں تک وسیع ہو گئی اور غیر عربی لوگ اور دور دراز کے عرب قبائل کے لوگ اسلام میں شامل ہو گئے۔ آرمینیہ اور آذربائیجان بھی اسلام میں داخل ہو گیا تو یہ مناسب اور ضروری سمجھا گیا کہ دور دراز کے علاقوں میں قرآن مجید کو صحیح تلفظ اور ترتیب سے پڑھنے کے لیے اصل مستند قرآن مجید کی نقلیں کروا کر مختلف ممالک میں بھجوا دی جائیں چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اصل نسخہ قرآن مجید حضرت حفصہؓ سے منگوایا اور حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن عاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن الحارثؓ کو حکم دیا کہ اس کی نقلیں کریں، چنانچہ انہوں نے اس کی نقلیں تیار کیں اور یہ سب کچھ مدینہ منورہ میں کبار صحابہ کی موجودگی میں ہوا۔ اصل نسخہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کو واپس بھجوا دیا۔ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰی حَفْصَةَ (بخاری کتاب التفسیر)۔ معترض کی ساری توجہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن مجید کو یکجا کرنے اور اس کی نقلیں کروانے کی طرف رہی اور خود کو بھی اور دوسروں کو بھی اس مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی کہ خدانخواستہ ان دونوں خلفاء نے اسے تحریر

کروایا۔معترض کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید ہزاروں صحابہ اور تابعین کے حافظہ اور سینوں میں بہت پہلے سے محفوظ تھا یہ تو ایک احتیاطی طریق تھا جو اختیار کیا گیا۔

اعتراض نمبر 3:

معترض نے تحریر کیا ہے کہ کئی کتابیں قرآن کی صورت میں لکھی گئی تھیں حضرت عثمانؓ نے ان تمام مصحفوں کو جلانے کا حکم دیا اور اپنا قرآن جاری کیا جو آج تک پڑھا جاتا ہے۔(ختم شُد)

جواب: یہ اعتراض غلط اور بے بنیاد ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنا قرآن جاری کیا۔اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ:

1۔حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ خلافت سن 11 ھجری تا 13 ھجری (بمطابق 632ء تا 634ء) تک تقریباً دو سال رہا۔

2۔حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت سن 13 ھجری تا 24 ھجری (بمطابق 634ء تا 645ء) تک تقریباً گیارہ بارہ سال رہا۔

3۔حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت سن 24 ھجری تا 35 ھجری (بمطابق 645ء تا

656ء) تقریباً گیارہ سال رہا۔

4۔ حضرت علیؓ کا زمانہ خلافت 35 ھجری تا 40 ھجری (بمطابق 656ء تا 660ء) چار یا پانچ سال رہا۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت تقریباً 13 سال رہا۔ ان تیرہ سالوں میں ہزاروں حفاظ اور لاکھوں مسلمانوں کے حافظہ اور سینوں میں قرآن مجید محفوظ ہو چکا تھا اور یہ وہی قرآن مجید تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور ان میں سے اکثر نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حفظ کیا تھا۔

اور یہ حفاظ تمام مملکت اسلامیہ اور غیر اسلامیہ میں پھیل چکے تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کیا حضرت عثمانؓ کے لیے یہ ممکن تھا کہ ان حفاظ کے حافظہ اور سینوں سے اصل قرآن محو کروا کر اپنا جاری کردہ قرآن ڈلوا دیں؟؟

چودہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی وہی قرآن سینہ بہ سینہ مسلمانوں میں رائج ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اس کو مشکوک بنانے کی سینکڑوں کوششیں ہوئیں سب کی سب اللہ تعالیٰ نے ناکام و نامراد فرما دیں۔ لہذا معترض کو چودہ صدیوں کی تاریخ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

چنانچہ جس بخاری کی حدیث کا معترض نے حوالہ دیا ہے اس میں مذکور ہے کہ اصل قرآن حضرت حفصہ کو واپس کر دیا اور اصل الفاظ یہ ہیں کہ:

رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلیٰ حَفْصَةَ وَ اَرْسَلَ اِلیٰ کُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا۔وَ اَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اِنْ یُّحَرَّ قَ" (صحیح البخاری۔کتاب التفسیر۔باب جمع القرآن)

ترجمہ: اصل نسخہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا۔پھر نقل شدہ نسخوں سے ایک ایک نسخہ ہر علاقے میں بھیج دیا گیا۔حکم دیا کہ اصل نسخہ قرآن کے علاوہ جو کسی کے پاس ہے قرآن کے نام سے لکھا ہوا ہے اُسے جلا دیا جائے۔

اعتراض نمبر 4:

حضرت عثمان نے اس قرآن کے نام پر بنائے جانے والے نسخوں کو جلانے کا حکم دیا؟؟

جواب: تاریخ اسلام سے علم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نزول قرآن کی ابتداء سے ہی ذاتی طور پر قرآن مجید کو لکھتے جاتے تھے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اعلان نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال اسلام میں شامل ہوئے تھے آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے قبل 40 مرد اور 11 عورتیں اسلام میں شامل ہو گئے تھے۔ یعنی کل مسلمانوں کی تعداد 51 افراد پر مشتمل تھی۔ (بحوالہ مشکوٰۃ اسماء الرجال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے نکلے تھے راستے میں کسی نے انکو کہا آپ کی بہن فاطمہ اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں چنانچہ حضرت عمر اپنی بہن کے گھر پہنچے تو بہن نے صحیفہ قرآن چھپا دیا۔ اس پر حضرت عمر نے اپنی بہن کو کہا۔

"وَقَالَ لِاُخْتِهٖ اَعْطِيْنِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةَ۔

(سیرۃ ابن ھشام، باب اسلام عمر بن خطاب الجزا صفحہ 41)

قارئین کرام غور کیجئے نزول قرآن کے آغاز پر ابھی پانچواں یا چھٹا سال تھا اسوقت تک نازل شدہ قرآن صحیفہ کی شکل میں حضرت عمر کی بہن فاطمہ کے پاس تھا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کے نام سے بہت سے نسخے صحابہ کرام نے اپنے پاس لکھے ہوئے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہ محسوس کیا کہ اصل قرآن وہی ہوگا جو اصل

سند کے مطابق ہوگا باقی سب تلف کیے جائیں۔

الٰہی حفاظت کا ناقابلِ تردید ثبوت:

1۔قرآن مجید کے محافظ حقیقی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ذریعہ اصل مستند مصدقہ نسخہ قرآن یکجا و تیار کروایا۔

2۔اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرواتا تو قرآن مجید دیگر احادیث کی طرح ہو جاتا اور جیسے بعض احادیث میں اختلاف ہے ویسے ہی قرآن مجید کے بارے میں صحابہ کی آراء مختلف ہو سکتی تھیں اور ہر صحابی کہتا جو نسخہ قرآن، میں نے لکھا ہے اس میں یہ ہے۔اور دوسرا کہتا میرے نسخہ قرآن میں کچھ اور ہے کیونکہ ہر صحابی غلطی کر سکتا ہے۔عبارت کو سمجھ کر لکھنا ہر انسان کا کام نہیں ہوتا اس لیے ایسی تحریر کردہ آیات قرآن میں غلطی کا امکان ہو سکتا تھا۔حضرت عثمانؓ نے ان تمام امکانات کو نیست و نابود کرنے کا، اور جلانے کا حکم دیا اور یہ سب تصرف الٰہی کے تحت ہی ہو رہا تھا۔

3۔اگر غیر مصدقہ بنام قرآن کے نسخوں کو جلایا نہ جاتا تو یہ خدشہ تھا کہ منافقین یا مخالفین اسلام یہود و نصاریٰ خود ساختہ عبارتیں بنا کر کسی نسخہ قرآن میں شامل کروا سکتے تھے اور کہہ دیتے یہ بھی قرآن ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یہود کے بارے میں فرماتا ہے

کہ یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡہُ وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۶﴾

(سورۃ البقرۃ، سورۃ نمبر 2 آیت نمبر 76)

ترجمہ: جب کہ ان میں سے ایک گروہ کلام الٰہی کو سنتا ہے اور اسے اچھی طرح سمجھنے کے باوجود اس میں تحریف کرتا ہے اور وہ خوب جانتے ہیں۔

پھر دوسری جگہ فرماتا ہے کہ:

فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ بِاَیۡدِیۡہِمۡ ٭ ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ ہٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ

(سورۃ البقرۃ، سورۃ نمبر 2 آیت نمبر 80)

ترجمہ: پس ہلاکت ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

یہود کے ایک گروہ کی عادت تھی کہ قرآن مجید کے الفاظ کو بدل کر پڑھتے تھے تاکہ اُس کا مفہوم بدل جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَ قُوۡلُوا انۡظُرۡنَا

(سورۃ البقرۃ، سورۃ نمبر 2 آیت نمبر 105)

ترجمہ: " رَاعِنَا " نہ کہا کرو بلکہ یہ کہا کرو کہ ہم پر نظر فرما۔ تفاسیر میں آتا ہے کہ یہود رَاعِنَا کو رُا عِینَا (ہمارے چرواہے) پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند یہود آئے اور انہوں نے (السلام علیکم) کہنے کی بجائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اور لفظ "سلام" کو بدلتے ہوئے کہا 'السّامُ عَلَیکَ' (یعنی نعوذ باللہ بد دعا دی)

(بحوالہ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء اھلِ الکتاب بالسلام)

ان الفاظ کی تحریف مخالفین اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں کر رہے تھے۔ اگر خدائی وعدہ، اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے بروقت حفاظت قرآن کی کاروائی نہ کی جاتی تو نہ معلوم قرآن مجید کے خلاف کیا کیا سازشیں کرتے۔

تورایت میں تحریف کی مثال

یہود و نصاریٰ نے تورایت (کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ) میں کس طرح تحریف کی اُس کی صرف ایک مثال درج ذیل ہے۔

1۔تورایت کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔اب جو کتاب موسیٰؑ پرنازل ہوئی۔اُس میں درج ذیل عبارت کا اضافہ کس نے کردیا کہ؟؟

''پس خداوند کے بندہ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔۔۔اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سوبیس برس کا تھا۔''

(استثناء، باب 34، آیت 7)

مذکورہ بالا عبارت بتارہی ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اضافہ کی گئی عبارت ہے ۔ورنہ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد خود یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ اُن کی عمر 120 سال تھی۔

مخالفین اسلام کی کوششیں ہوتی کہ قرآن مجید کو بھی محرف بنادیا جائے۔مگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے جرأت مندانہ اور بروقت اقدام نے قرآن مجید کو ہر تحریف سے محفوظ رکھا۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔

پس اللہ تعالیٰ نے اتنا عظیم الشان حفاظتی انتظام کروا کر یہ ثبوت دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں قرآن مجید کی لفظی،معنوی، دینی اور روحانی حفاظت کے لیے اپنا وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ پورا کرتا چلا جائے گا۔انشاءاللہ تعالیٰ

اعتراض نمبر 5:

معترض نے ایک اعتراض بغرض تشکیک یہ کیا کہ:

حضرت علیؓ نے قرآن مجید کو درست کرلیا۔؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کبھی نہیں ہونے دیا یہ حضرت سیدنا علیؓ کی طرف غلط بات منسوب کی جا رہی ہے۔ اگر یہ درست کرنے والی بات صحیح ہوتی تو معترض درج ذیل سوالات کے جوابات دے۔

1۔ بقول معترض اگر حضرت علیؓ نے قرآن کو درست کرلیا تھا تو وہ ممالک جہاں پر اہل تشیع برسرِ اقتدار تھے یا ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کا تصحیح شدہ نسخہ قرآن کیوں شائع نہیں کرتے۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایران اور دوسرے شیعہ ادارے وہی قرآن شائع کرتے، پڑھتے اور پڑھاتے ہیں جو اہلِ سنت والوں کے پاس ہے۔

2۔ سیدنا حضرت علیؓ شیرِ خدا اور چوتھے خلیفہ انہوں نے اپنے عہدِ خلافت میں تصحیح شُدہ قرآن کو رائج کیوں نہیں کیا اور مسلمانوں کو یہ کیوں نہ کہا کہ تمہارے حافظے میں جو قرآن ہے وہ محو کر کے یہ تصحیح شُدہ قرآن حفظ کرو ایسی کوئی روایت ہمیں تاریخ اسلام

میں نہیں ملتی۔لہذا یہ اعتراض انتہائی غلط اور باطل ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری خود قبول کی ہے اس نے اسے ہر تحریف و تبدیلی سے محفوظ رکھا ہے اور قیامت تک اسے محفوظ رکھے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ

اعتراض نمبر 6:

قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیر میں مسلمانوں کا اختلاف ہے اور ان غلط تشریحات کا فائدہ بنیاد پرست اور دہشت گرد اٹھا رہے ہیں۔جو انسانیت کے لیے خطرناک ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۳﴾ (سورۃ یوسف، سورۃ نمبر 12 آیت نمبر 3)

کہ ہم نے قرآن مجید کو فصیح اور واضح عربی زبان میں نازل کیا ہے اور یہی اللہ کا کلام ہے۔

اب رہا سوال یہ کہ اس کی غلط تشریحات سے بنیاد پرست اور دہشت گرد فائدہ اُٹھا رہے ہیں تو یہ غلطی غلط تشریح کرنے والوں اور فائدہ اُٹھانے والوں کو نہ روکنے والوں کی ہے نہ کہ قرآن مجید کی۔!!

اگر کوئی ملکی قانون اور دستور کی کسی شِق کی غلط تشریح کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالے تو

قصور مغالطہ میں ڈالنے والوں کا ہے نہ کہ قانون کا۔!

معترض کی طرح اگر کوئی یہ مطالبہ کرے کہ دستور اور آئین سے اس شِق کو ختم کر دیا

جائے کیونکہ اس شِق سے بعض لوگ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا اس کا

مطالبہ قابلِ قبول ہوگا۔؟؟ ہرگز نہیں۔

اس کو ایک دوسری مثال کے ذریعہ اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مثال کے طور پر کوئی

احمق اور جاہل مسلمانوں کو یہ کہے کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ (سورۃ النساء سورۃ نمبر 4 آیت نمبر 44)

اور دوسری جگہ لکھا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۵

(سورۃ الماعون سورۃ نمبر 105 آیت نمبر 5)

یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ اور جو جائے گا اس کے لیے ہلاکت ہے۔لہذا مسلمانوں کو

نماز ادا نہیں کرنی چاہیئے۔اب اگر کوئی دوسرا جاہل اُٹھ کر یہ مطالبہ کرے کہ قرآن مجید

کی ان دو آیات کو خدانخواستہ حذف کیا جائے کیونکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو دھوکہ

دیا جارہا ہے تو کیا یہ مطالبہ درست ہوگا۔

پس ان دو مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ معترض کے اعتراض غلط اور بے بُنیاد اور حقیقت پر مبنی نہیں ہیں۔

اعتراض نمبر 7:

معترض نے قرآن مجید کی پانچ آیات لکھ کر یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ ان میں قرآن مجید نے اچھی باتیں بیان کی ہیں۔ اور معترض کے نزدیک یہ تو اللہ کا کلام ہے لیکن جن 26 آیات کا انتخاب معترض نے پیش کیا ہے اس کے خیال میں یہ اللہ کا کلام نہیں ہے ان کا بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔

جواب: پچھلے صفحات میں انتہائی مضبوط دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں بسم اللہ کی ''ب'' سے لیکر والناس کی ''س'' تک سب کا سب اللہ کا کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کے ذریعہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ یہ کلام ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کے حافظہ میں بحفاظت منتقل ہوا اور آج تک ہوتا چلا آ رہا ہے لہٰذا ان آیات کی تشریح کی نہ کوئی وجہ ہے نہ کوئی دلیل!

قرآن مجید میں ہر اس موضوع کا ذکر کیا گیا ہے جس کی انسانی زندگی کو قیامت تک

ضرورت ہو سکتی تھی اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مضبوط دلائل کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے کائنات کی تخلیق اور اس کے اسرار کو روشن دلائل کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے۔اسی طرح انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لیے جو ضروریات تھیں اس کے بارے میں ہدایات دی گئیں ہیں۔مثلاً معاشرت،ازدواجی زندگی اور اس کے معاملات کے بارے میں،تربیت اولاد،غرض یہ کہ وہ تمام موضوعات جس کی احتیاج انسان کو تھی،ہے،یا قیامت تک ہوگی۔

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید میں انسان کے ان حالات اور تقاضوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور ہر حالت کے تعلق سے راہنمائی فرمائی ہے مثال کے طور پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ نماز ادا کرنے سے پہلے پانی سے وضو کر لیا کریں۔پھر یہ بھی فرمادیا کہ اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (سورۃ المائدہ،سورۃ نمبر 5،آیت نمبر 7)

تو خشک پاکیزہ مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔اب اس وضو کے مسئلے میں ہی دو حالتیں بیان کی گئی ہیں عمومی حالت میں ہر صحت مند مسلمان کو نماز ادا کرنے سے پہلے پانی سے وضو

کرنا ہے۔ دوسری حالت یہ بیان ہوئی کہ اگر پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کرنی ہے اب اگر کوئی دریا، نہر یا چشمہ کے کنارے پر بسنے والا انسان یہ کہے کہ مجھے تو ہر وقت پانی میسر ہے اور میں پانی سے وضو کر سکتا ہوں لہذا تیمم والا حکم میں اپنے قرآن سے حذف کر دیتا ہوں کیونکہ اس کی مجھے ضرورت نہیں ہے تو ہر عاقل انسان ایسے خیال رکھنے والے کو سمجھائے گا کہ قرآن مجید کا یہ حکم صرف تمہارے سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ اسی وقت افریقہ کے جنگلات اور صحراؤں میں بھی ایسے مسلمان ہیں جن کے پاس پانی کی ایک بوند نہیں اور وہ وہاں اللہ تعالیٰ کے دوسرے حکم کے مطابق تیمم کر کے نماز ادا کریں گے۔

پس واضح ہوا کہ ہر حالتِ زمان و مکان کے بدلنے کے ساتھ قرآن مجید کے احکامات اور تعلیمات علیحدہ علیحدہ ہیں۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کا عہد مبارک دو حصوں میں منقسم ہے۔

1۔ مکّی زمانہ: اس تیرہ سالہ زمانے میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظُلم سہنے اور برداشت کرنے اور صبر کی تعلیم دی۔

2۔ مدنی دور: جب کفار مکہ مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کے لیے مدینہ تک پہنچ

گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس دور میں مسلمانوں کو اپنے بچاؤ، حفاظت اور دفاع کے بارے میں تعلیمات اور ہدایات دیں۔

ہر دو زمانوں کے حالات اور تقاضے الگ الگ تھے۔ معترض نے جو 26 آیات پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان میں دہشت گردی کی تعلیم دی گئی ہے یہ انتہائی غلط ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ یہ وہ حالات تھے جب مسلمان اپنا بچاؤ کر رہے تھے۔ حالانکہ مسلمان مدنی دور میں بھی کسی قسم کا قتال یا جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ (سورۃ البقرۃ، سورۃ نمبر 2 آیت نمبر 217)

ترجمہ: تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے جبکہ وہ تمہیں ناپسند تھا۔ اور بعید نہیں کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور ممکن ہے کہ ایک چیز تم پسند کرو لیکن وہ تمہارے لئے شر انگیز ہو۔ اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔

نیز وہ آیات نازل ہوئیں جن کے بارے میں مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ ان میں دہشت گردی اور جارحیت کی تعلیم دی گئی ہے اگر ان آیات کی قرآن مجید میں موجودگی دہشت گردی کا سبب سمجھا جا سکتا ہے تو پھر یہ اصول تو تمام مذاہب کی دینی کتب پر اطلاق پانا چاہیے مذہبی کتب سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

یہود اور عیسائیوں کی کتاب تورات اور انجیل میں یہ حکم ہے کہ:

تورات اور انجیل میں جنگ کی تعلیم:

جب خداوند تیرا خدا اسے یعنی کسی شہر کو تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر مگر عورتوں اور لڑکیوں اور مواشی کو جو کچھ اس شہر میں ہے اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے۔ (استثنا باب 20 آیت 13-14)

”وہ ان قوموں کے شہروں میں جنہیں خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے کسی چیز کو جیتا نہ چھوڑ“ (استثنا باب 20 آیت 61)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انجیل میں فرمان ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ (انجیل متی باب 10 آیت 34)

اسی طرح ہمارے دیش بھارت میں شری کرشن جی مہاراج کے حکم پر کروکشیتر کے میدان میں 18 دن مہا بھارت کی جنگ لڑی گئی اور جب ارجن اپنی کمان پھینک کر بے دل ہو کر بیٹھ گیا اور جنگ سے انکار کر دیا تو شری کرشن جی مہاراج نے اسے جنگ کی تعلیم دی باوجود اس کے کہ اس کے مخالفین میں اس کے سامنے قریبی رشتہ دار اور استاد درونا چاریہ بھی شامل تھے۔ شری کرشن جی مہاراج نے ارجن کو کہا:

گیتا میں جنگ کے بارے میں تعلیم:

जंग की तालीम गीता में

आश्चर्यवत्पश्यति कश्चिदेन-
माश्चर्यवद्वदति तथैव चान्यः ।
आश्चर्यवच्चैनमन्यः शृणोति
श्रुत्वाप्येनं वेद न चैव कश्चित् ॥२९॥

और हे अर्जुन ! यह आत्मतत्त्व बड़ा गहन है, इसलिये कोई महापुरुष ही इस आत्माको आश्चर्यकी ज्यों देखता है और वैसे ही दूसरा कोई महापुरुष ही आश्चर्यकी ज्यों इसके तत्त्वको कहता है और दूसरा कोई ही इस आत्माको आश्चर्यकी ज्यों सुनता है और कोई-कोई सुनकर भी इस आत्माको नहीं जानता ।

देही नित्यमवध्योऽयं देहे सर्वस्य भारत ।
तस्मात्सर्वाणि भूतानि न त्वं शोचितुमर्हसि. ३०

हे अर्जुन ! यह आत्मा सबके शरीरमें सदा ही अवध्य* है, इसलिये सम्पूर्ण भूतप्राणियोंके लिये तू शोक करनेको योग्य नहीं है ॥ ३० ॥

स्वधर्ममपि चावेक्ष्य न विकम्पितुमर्हसि ।

---

* जिसका वध नहीं किया जा सके ।

५० श्रीमद्भगवद्गीता

धर्म्याद्धि युद्धाच्छ्रेयोऽन्यत्क्षत्रियस्य न विद्यते ॥

और अपने धर्मको देखकर भी तू भय करनेको योग्य नहीं है; क्योंकि धर्मयुक्त युद्धसे बढ़कर दूसरा कोई कल्याणकारक कर्तव्य क्षत्रियके लिये नहीं है।

यदृच्छया चोपपन्नं स्वर्गद्वारमपावृतम् ।
सुखिनः क्षत्रियाः पार्थ लभन्ते युद्धमीदृशम् ३२

और हे पार्थ ! अपने आप प्राप्त हुए और खुले हुए स्वर्गके द्वाररूप इस प्रकारके युद्धको भाग्यवान् क्षत्रियलोग ही पाते हैं ॥ ३२ ॥

अथ चेत्त्वमिमं धर्म्यं संग्रामं न करिष्यसि ।
ततः स्वधर्मं कीर्तिं च हित्वा पापमवाप्स्यसि ॥

और यदि तू इस धर्मयुक्त संग्रामको नहीं करेगा तो स्वधर्मको और कीर्तिको खोकर पापको प्राप्त होगा।

अकीर्तिं चापि भूतानि कथयिष्यन्ति तेऽव्ययाम् ।
संभावितस्य चाकीर्तिर्मरणादतिरिच्यते ॥३४॥

और सब लोग तेरी बहुत कालतक रहनेवाली अपकीर्तिको भी कथन करेंगे और वह अपकीर्ति

माननीय पुरुषके लिये मरणसे भी अधिक बुरी होती है।

भयाद्रणादुपरतं मंस्यन्ते त्वां महारथाः ।
येषां च त्वं बहुमतो भूत्वा यास्यसि लाघवम् ॥

और जिनके तू बहुत माननीय होकर भी अब तुच्छताको प्राप्त होगा, वे महारथीलोग तुझे भयके कारण युद्धसे उपराम हुआ मानेंगे ॥ ३५ ॥

अवाच्यवादांश्च बहून्वदिष्यन्ति तवाहिताः ।
निन्दन्तस्तव सामर्थ्यं ततो दुःखतरं नु किम् ॥

और तेरे वैरीलोग तेरे सामर्थ्यकी निन्दा करते हुए बहुत-से न कहने योग्य वचनोंको कहेंगे, फिर उससे अधिक दुःख क्या होगा ? ॥ ३६ ॥

हतो वा प्राप्स्यसि स्वर्गं जित्वा वा भोक्ष्यसे महीम्
तस्मादुत्तिष्ठ कौन्तेय युद्धाय कृतनिश्चयः ॥३७॥

इससे युद्ध करना तेरे लिये सब प्रकारसे अच्छा है; क्योंकि या तो मरकर स्वर्गको प्राप्त होगा अथवा जीतकर पृथ्वीको भोगेगा, इससे हे अर्जुन ! युद्धके लिये निश्चयवाला होकर खड़ा हो ॥ ३७ ॥

५२ श्रीमद्भगवद्गीता

सुखदुःखे समे कृत्वा लाभालाभौ जयाजयौ ।
ततो युद्धाय युज्यस्व नैवं पापमवाप्स्यसि ॥३८॥

यदि तुझे स्वर्ग तथा राज्यकी इच्छा न हो तो भी सुख-दुःख, लाभ-हानि और जय-पराजयको समान समझकर उसके उपरान्त युद्धके लिये तैयार हो, इस प्रकार युद्ध करनेसे तू पापको नहीं प्राप्त होगा ॥३८॥

एषा तेऽभिहिता सांख्ये बुद्धिर्योगे त्विमां शृणु ।
बुद्ध्या युक्तो यया पार्थ कर्मबन्धं प्रहास्यसि ॥

हे पार्थ ! यह बुद्धि तेरे लिये ज्ञानयोगके* विषयमें कही गई और इसीको अब निष्काम कर्मयोगके† विषयमें सुन कि जिस बुद्धिसे युक्त हुआ तू कर्मोंके बन्धनको अच्छी तरहसे नाश करेगा ॥ ३९ ॥

नेहाभिक्रमनाशोऽस्ति प्रत्यवायो न विद्यते ।
स्वल्पमप्यस्य धर्मस्य त्रायते महतो भयात् ॥

और इस निष्काम कर्मयोगमें आरम्भका अर्थात्

---

*-† अध्याय ३ श्लोक ३ की टिप्पणीमें इसका विस्तार देखना चाहिये ।

(श्रीमद्भगवतगीता प्र.न. 49,50,51,52 प्रकाशक मोतीलाल जालान,गीताप्रेस ,गोरखपुर ,202 7 बिक्रमी ,1970 ई.)

گیتا دوسرا باب:

ترجمہ 31: اور اپنے دھرم کو دیکھ کر بھی تجھے خائف نہ ہونا چاہئے، کیونکہ کشتری کے لئے دھرم یُدھ (دھرم کی لڑائی) سے بڑھ کر اور کوئی بہتری دینے والا کرتب نہیں۔

ترجمہ 32: اور اے پارتھ! مبارک اور خوش نصیب ہیں وہ کشتری جن کے لئے سورگ کا دروازہ کھولنے والی ایسی دھرم یُدھ خود بخود (بغیر بلائے ہوئے) آئی ہے۔

ترجمہ: 33 اور اگر تو اس دھرم یُدھ سنگرام کو نہیں کرتا تو اپنے سَودھرم (نیک فرض) اور کیرتی (نیک نامی) سے محروم ہو کر پاپ میں گرتا ہے۔

ترجمہ 34 : اور سب لوگ بہت دنوں تک تیری بدنامی کا تذکرہ کرتے رہیں گے۔ باعزت آدمی کے لئے بدنامی موت سے بھی بڑی ہے۔

ترجمہ 35: بڑے رتھوں والے جنگجو کہیں گے کہ تو ڈر کر لڑائی سے بھاگا ہے اور جو لوگ تیری اعلیٰ تعریفیں کرتے تھے وہ حقارت کرینگے۔

ترجمہ 36: تیرے دشمن تیری شان میں نا مناسب الفاظ استعمال کریں گے۔ تیری طاقت کا مضحکہ اڑائیں گے، اس سے زیادہ دُکھدائی اور کیا ہوسکتا ہے؟

ترجمہ 37: اگر مَرا تو بہشت (سَورگ) میں جائے گا۔ اگر فتح یاب ہوگا تو زمین کی

سلطنت اور خوشیوں میں جائے گا۔اس لئے اے کُنتی پُتر! تو لڑنے کے لئے مستعد ہو کر کھڑا ہو جا۔

ترجمہ 38: سُکھ دُکھ نفع نقصان اور فتح شکست کو یکساں سمجھ کر جنگ کے لئے ہمت کی کمر باندھ۔تب تجھے پاپ نہ لگے گا۔

(شری مد بھگوت گیتا مؤلفہ پرم سنت پُرن دھنی مہاریشی

شیو برت لال جی مہاراج اشاعت 1977ء)

ہمارے دیش بھارت میں ہندو احباب دسہرے کا تہوار بڑے جوش اور عقیدت سے مناتے ہیں اور اس سے پہلے رام لیلا اور سیئریل میں وہ مناظر پیش کیے جاتے ہیں جو رام چندر جی مہاراج کا لنکا پر چڑھائی کر کے راون اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک و برباد کرنے والے ہیں۔درخواست دہندہ جیسی سوچ رکھنے والا اگر کوئی انسان یہ اعتراض کرے کہ ان مناظر کو دیکھ کر تو بہت سے نو جوان رامچندر جی کی طرح اپنے دشمن کو راون سمجھتے ہوئے تباہ و برباد کر دیں گے اور ان کے دلوں میں جذبہ انتقام پیدا ہو گا کیا اس وجہ سے درخواست دہندہ اس تہوار کے روکنے کی بھی درخواست دیں گے۔؟؟ ہر گز نہیں۔

معترض نے ایک یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید میں اکثر مقامات میں مثبت اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے تعلیمات دی گئیں ہیں اور دوسری جگہ قتال کی تعلیم بھی دی گئی ہے اور معترض کے نزدیک العیاذ باللہ ان کو حذف کرنا چاہئے۔

معترض کو چاہئے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی مقدس کتاب عہد نامہ قدیم اور جدید New testament and old testament کا بغور مطالعہ کریں اس میں بھی مثبت تعلیمات ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جنگ کے بارے میں بھی ہدایات دی گئی ہیں۔

نیز معترض کو گیتا کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے ایک طرف اس میں بہت قیمتی نصائح کرشن جی مہاراج نے کی ہیں اور دوسری طرف جنگ کے لیے بھی اُکسایا ہے۔ اور اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

پس ان مثالوں سے معترض کو سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن مجید نے حالت امن کے بارے میں بھی تعلیمات دی ہیں اور اسی طرح اگر ان پر جنگ کے حالات مسلط کر دیئے جائیں تو ان حالات کے بارے میں بھی راہنمائی کی ہے۔

اگر جنگ کے بارے میں ہدایات نہ دی جاتیں تو یہ اعتراض ہوسکتا تھا کہ یہ کتاب

کامل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں دشمن سے مقابلے کے لیے تعلیمات نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ اس میں یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں متصادم ہو جائیں تو کیا کرنا ہے۔ اس سلسلے میں قرآنی فرمان ہے: وَ اِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىہُمَا عَلَی الۡاُخۡرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰی تَفِیۡٓءَ اِلٰۤی اَمۡرِ اللّٰہِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا بِالۡعَدۡلِ وَ اَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ﴿۱۰﴾

(سورۃ الحجرات، صورۃ نمبر 49 آیت نمبر 10)

ترجمہ: اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں حسب ذیل امور بیان کیے گئے ہیں۔

1۔ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن دونوں میں صلح کرا دو۔

2۔ اگر صلح ہو جانے کے بعد اُن میں سے کوئی ایک دوسرے پر چڑھائی کرے تو سب مل کر اسی پر چڑھائی کرنے والے کے خلاف جنگ کرو۔

3۔ پھر اگر وہ دوبارہ صلح پر رضا مند ہو جائے تو انصاف کو مدنظر رکھو۔

پس خلاصہ کلام یہ کہ قرآن مجید کی تمام تعلیمات کامل اور مکمل ہیں اس پر کسی قسم کا اعتراض اور سوال نہیں ہو سکتا۔

جماعت احمدیہ مسلمہ اور خدمت قرآن

جماعت احمدیہ مسلمہ کا تعارف:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ظاہری اور معنوی حفاظت اور نگہبانی کے لئے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا مبارک نظام جاری فرمایا اور جب یہ نظام باقی نہ رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک پیشگوئی کے مطابق مجددین کی بعثت کا سلسلہ شروع ہوا۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

”عَنْ اَبِیْ هُرَیرة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ لِھٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَ أسِ کُلِّ مِا ئَةِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا “

(ابو داود جلد 2صفہ 212 کتاب الملاحم۔ باب ما یذ کرنی قرن المائۃ۔)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمایا کریگا جو آکر دین کی تجدید کریگا۔

قرآن مجید کی ظاہری اور معنوی حفاظت کے لئے ہر ہجری صدی کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کسی مجدد کو بھیجتا رہا جو کہ قرآن مجید کی صحیح تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کرتا رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی پیشگوئی فرمائی تھی کہ چودھویں صدی ہجری کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ ایک ایسے مجدد کو بھیجے گا جو اس امت کا مسیح موعود ہوگا اور وہ سورۃ الجمعہ کی پیشگوئی کے مطابق سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کا مظہر ہوگا۔ جماعت احمدیہ مسلمہ کے عقیدے کے مطابق وہ موعود شخص حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہیں آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چودھویں صدی ہجری کے چھٹے سال مورخہ 20 رجب 1306ھ بمطابق 23 مارچ 1889ء کو جماعت احمدیہ مسلمہ کا قیام فرمایا اور پہلے روز 40 افراد بیعت کر کے اس مبارک جماعت میں شامل ہوئے تھے بعد ازاں روز بروز اس تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ الحمد للہ اس وقت 212 ملکوں میں جماعت احمدیہ مسلمہ کا قیام ہو چکا ہے اور روز بروز یہ ہر جہت سے ترقی کر رہی ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے الٰہی تفہیم کے مطابق یہ اعلان بھی فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا

لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر، سورۃ نمبر 15 آیت نمبر 10)

قرآن شریف کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے چودھویں صدی کے سر پر مجھے بھیجا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 433)

''قرآن کریم جس کا دوسرا نام ذکر ہے اس ابتدائی زمانہ میں انسان کے اندر چھپی ہوئی اور فراموش ہوئی صداقتوں اور ودیعتوں کو یاد دلانے کے لئے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ واثقہ کی رو سے

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (سورۃ الحجر، سورۃ نمبر 15 آیت نمبر 10) اس زمانے میں بھی آسمان سے ایک معلم آیا جو وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ (سورۃ الجمعۃ، سورۃ نمبر 62 آیت نمبر 4) کا مصداق اور موعود ہے۔ وہ ہی جو تمہارے درمیان بول رہا ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 60)

جماعت احمدیہ مسلمہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی پیدائش مورخہ 14 شوال 1250 ہجری بمطابق 13 فروری 1835 کو ہوئی۔ آپ کی وفات 24 ربیع الاول 1326ھ بمطابق 26 مئی 1908 کو ہوئی بوقت وفات قمری لحاظ سے آپ

کی عمر قریبا 76 سال تھی جس طرح سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کا نظام شروع ہوا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین تھے اسی طرح حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے مظہر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی وفات کے بعد چودھویں صدی ہجری کے 26 ویں سال مورخہ 25 ربیع الاول 1326 بمطابق 27 مئی 1908 کو ایک دفعہ پھر اللہ تعالیٰ نے خلافت راشدہ کا قیام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ نور آیت نمبر 56 میں فرمایا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ کے انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا اسی طرح حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ حضرت امام مہدی جو کہ امتی نبی ہوں گے ان کے بعد ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ ۔منہاج نبوت کے طریق پر خلافت کا نظام جاری ہوگا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق جن خلفاء کرام کو مسند خلافت پر متمکن

فرمایا ان کے اسمائے گرامی وزمانہ خلافت کی تاریخ درج ذیل ہے:

(1) حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ از مورخہ 27 مئی 1908 تا 13 مارچ 1914 (وفات)

(2) حضرت حاجی الحرمین مرزا بشیرالدین محموداحمد صاحب رضی اللہ عنہ از مورخہ 14 مارچ 1914 تا 8 نومبر 1965 (وفات)

(3) حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی از مورخہ 8 نومبر 1965 تا 8 جون 1982 (وفات)

(4) حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی 10 جون 1982 تا 19 اپریل 2003 (وفات)

(5) حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نصرہ اللہ نصرا عزیزہ از 22 اپریل 2003۔ دعا ہے اللہ تعالی تادیر آپ کو صحت وسلامتی والی طویل عمر عطا فرمائے۔ آمین

حفاظت قرآن مجید اور جماعت احمدیہ:

جماعت احمدیہ مسلمہ نے ہر دور میں حضرت بانی اسلام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کی طرف منسوب ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اور ہمیشہ قرآن

مجید کی سربلندی کے لئے خدمات انجام دی ہیں اسکی وضاحت انتہائی اختصار سے درج ذیل ہے۔

انیسوی صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں ہندوستان پر برطانوی سامراج کی حکومت تھی اس دور میں مخالفین اسلام کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ پر نازل ہونے والے قرآن مجید کو شدید اعتراضات کا نشانہ بنایا جارہا تھا اور ان اعتراضات کی وجہ سے بہت سے مسلمان اسلام سے بددل ہوکر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے اور اس زمانہ کے حالات کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ شاید اسلام اب زیادہ دیر اس ملک میں قائم نہیں رہ سکے گا اس زمانہ کے شعراء کی شاعری سے بھی اندازہ ہوتا ہے مشہور شاعر الطاف حسین حالی (1837-1914) نے 1879 میں اپنی مسدس میں لکھا کہ:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی　　　　اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

پھر ملت اسلامیہ کی ایک باغ سے تمثیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر　　　　جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر

یہ آواز پیہم وہاں آرہی ہے　　　　کہ اسلام کا باغ ویران یہی ہے

اسلام پر معاندین کی طرف سے اعتراضات کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے ان اعتراضات کے ردّ و تردید کے لئے (1880ءتا1884ء) میں اپنی معروف کتاب براھین احمدیہ تصنیف فرمائی۔البراهین الاحمدیه علیٰ حقیت کتاب الله القرآن والنبوة المحمدیة -اس کتاب میں آپؑ نے مخالفین اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ میں نے جس قدر قرآن مجید کی حقّیت (اسکے حق ہونے) پر دلائل تحریر کئے ہیں اگر کوئی اپنی الہامی کتاب میں سے آدھے یا تہائی یا چوتھائی یا پانچواں حصہ نکال کر تحریر کردے یا اگر میری کتاب میں تحریر شدہ دلائل کو نمبروار توڑ دے تو بلا تامل اپنی جائیداد جو دس ہزار روپے کی ہے اسکے حوالہ کردوں گا۔اوراس کا جائزہ تین ججز لیں گے۔اور اُنہی کا فیصلہ آخری ہوگا۔ یہ وہ پہلا دفاع تھا جو آپ علیہ السلام نے قرآن مجید کا فرمایا بعدازاں قرآن مجید پر ہونے والے اعتراضات کے دندان شکن اور تسلی بخش جوابات دینے اوراس کی ظاہری و معنوی محافظت کا سلسلہ آپکی وفات تک جاری رہا۔

بعدازاں ہر دور میں آپکے خلیفہ (جانشین) نے دفاعِ قرآن مجید اور اسکی تبلیغ واشاعت

پر اسکی ظاہری و معنوی حفاظت کا فریضہ ادا کیا اور عصر حاضر میں حضرت مرزا مسرور احمد نصرہ اللہ نصراً عزیزاً یہ فرض انتہائی خوش اسلوبی سے ادا فرمارہے ہیں۔ اب تک جماعت احمدیہ مسلمہ 100 سے زائد زبانوں میں مکمل قرآن مجید کا یا اسکی منتخب آیات کا ترجمہ شائع کر چکی ہے۔ بھارت کی مندرجہ ذیل زبانوں میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ مع عربی متن قادیان (پنجاب) سے شائع ہو چکا ہے اور وہ زبانیں یہ ہیں۔

1۔اردو، 2۔ہندی، 3۔انگریزی، 4۔پنجابی، 5۔ڈوگری، 6۔بنگلہ، 7۔اُڑیہ، 8۔آسامی، 9
10۔ملیالم، 11۔تامل، 12۔کنڑ، 13۔مراٹھی، 14۔گجراتی، 15۔تیلگو، 16۔کشمیری

ان تراجم کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ ہر انسان ترجمہ کی مدد سے کسی حد تک مفاہیم قرآن اور اس کے معارف کو سمجھ لے کہ اس کے لئے اس میں کیا روحانی، دینی پیغام دیا گیا ہے اور ہزاروں لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ الحمدللہ علی ذالک۔

جماعت احمدیہ اور عقیدہ جہاد:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ میں امت محمدیہ میں جس مسیح کی آمد (بعثت) کی بشارت دے رہا ہوں وہ ”منکم“ مسلمانوں میں سے ہی ایک فرد ہو گا اور وہی امام مہدی ہو گا۔ آپ نے فرمایا وَلَا المَهدِیُ اِلَّا عیسی ۔ابنُ

مَرْیَمَ (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان) یعنی مہدی کے علاوہ اور کوئی عیسیٰ ابن مریم نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے مسیح ومہدی کے بارے میں یہ بھی خبر دی تھی کہ وہ جزیہ کو موقوف کر دیگا۔ اور بعض روایات میں جزیہ کی جگہ ''الحرب'' بھی آیا ہے یعنی جہاد بالسیف معرض التواء میں ڈال دے گا۔ واضح ہو کہ ''جہاد'' عربی زبان کا لفظ ہے جو ''جُھد'' سے بنا ہے جس کے معنی مشقت برداشت کرنا ہے اور جہاد کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے میں پوری کوشش کرنا اور کسی قسم کی کمی نہ چھوڑنا ہم اردو میں بھی کہتے ہیں جدوجہد کرنا۔ قرآن مجید اور احادیث میں جہاد کی بہت سی قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے:

عن جابر قال،قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غزاۃ لہ فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "قد متم خیر مقدم وقد متم من الجھاد الاصغر اِلی الجھاد الا کبر قالو وماا لجھاد الا کبر یا رسول اللہ قال مجاھد ۃ العبد ھواہ۔

(تاریخ بغداد ذکر من اسمہ ھارون، الجزء 6 صفحہ 171)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک

غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے آپ نے وہ لوگ جو غزوہ سے واپس آئے تھے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تمہاری آمد بہت اچھی آمد ہے اور تم جہاد اصغر (یعنی چھوٹے جہاد) سے جہاد اکبر کی طرف آئے ہو صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول جہاد اکبر کیا ہے آپ نے جواب میں فرمایا بندے کا اپنی **خواہشات کے خلاف جہاد**۔ پہلے درجے کا جہاد وہ ہے جو انسان اپنے نفس کے خلاف کرتا ہے۔ اسلام میں سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے، نیک اور اچھے کام کرے اور جب ایک مسلمان اپنے آپ کو پاک کر لیتا اور باعمل بن جاتا ہے تو اسے دوسرے درجے کا جہاد (جہاد کبیر) کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ **جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا** (سورۃ الفرقان، سورۃ نمبر 25 آیت نمبر 53) تو قرآن مجید کی تعلیمات کو دوسروں تک پیار و محبت، دلائل و برھان سے پہنچا۔ جماعت احمدیہ کے اکثر افراد بفضلہٖ تعالیٰ دن رات جہاد کبیر میں مصروف ہیں، تیسرے درجے کا جہاد سب سے چھوٹا جہاد (جہاد اصغر) کہلاتا ہے۔ یہ صرف اس وقت کرنے کی اجازت ہے جبکہ مسلمان ربنا اللہ کہنے کی وجہ سے ظلم کئے جائیں۔ اور ایسی حالت میں اگر

مسلمان چھوٹا جہاد کریں گے تو اللہ تعالی کا وعدہ ہے وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُ ۙ﴿۴۰﴾ (سورۃ الحج، سورۃ نمبر 22 آیت نمبر 40) یقیناً اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے، آج کے جو مسلمان اور ان کے مولوی جہاد، جہاد کا نعرہ لگا کر معصوم انسانوں کو قتل کرتے اور کرواتے ہیں۔ اس کا اس جہاد سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے جسے قرآنی جہاد کہا جاتا ہے۔ اگر یہ قرآنی جہاد ہوتا تو ضرور اللہ تعالی انہیں اپنے وعدہ کے مطابق غلبہ عطا کرتا۔ پچھلے ایک سو سال میں ان کی ہر میدان میں شکست و ہزیمت اس بات کا واضح اشارہ ربانی ہے کہ یہ قرآن کا جہاد نہیں۔ اگر یہ وہ ہوتا تو انہیں ضرور فتح نصیب ہوتی۔ پھر سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے مسلم ومومن وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگوں کے جان و مال محفوظ رہیں۔ اگر آج اپنے آپ کو مسلمان مومن کہلانے والوں کے ہاتھوں سے کہیں معصوم انسانوں کا قتل ہوتا ہے تو وہی بتائیں کہ اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مطلب ہے؟ پس ثابت ہوا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مسلمان اور مومن تو ایسا کرے گا نہیں۔ اگر کوئی کرتا ہے تو پھر وہ اسلام دشمن طاقتوں کے اشارے پر اسلام اور حقیقی مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہوگا۔ یہ بات بھی درست

ہے کہ پچھلی صدی میں دنیا کے بعض ملکوں اور علاقوں میں یاجوج و ماجوج اور دجال کی سیاست اور خود مسلمانوں کی اپنی غلطیوں کے نتیجہ میں مسلمان دوسری قوموں سے برسر پیکار رہے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ واضح ہو کہ یہ سب کی سب سیاسی لڑائیاں جھگڑے قتل و غارت ہے۔ ان کا اسلام اور قرآن سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ اور اگر انہیں کوئی اسلام کی طرف منسوب کرتا ہے تو وہ سخت غلطی پر ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کی پر امن تعلیمات کے ہوتے ہوئے، جہاد کا غلط مفہوم مسلمانوں میں کہاں سے سرایت کر گیا۔ اگر تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو اس سوال کا جواب آسانی سے مل جائے گا۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اسلام کی غیر معمولی ترقیات کو دیکھ کر دشمنان اسلام سمجھ گئے کہ اب اسلام کا مقابلہ ہمارے بس کی بات نہیں رہی۔ دوسری طرف وہ اسلام کو تباہ و برباد اور ناکام و بدنام کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں میں شامل ہو کر کچھ غلط عقائد مسلمانوں میں پھیلانے شروع کئے۔

جب یہود اور عیسائیوں نے دیکھا کہ تورات و انجیل میں تو انتہائی جارحانہ اور ظالمانہ تعلیمات بھی دی گئیں ہیں اور اس کے مقابل قرآن کریم میں انتہائی متوازن اور پر

امن تعلیمات دی گئیں ہیں۔ تو انہوں نے "جہاد" کے لفظ کی غلط تفسیر مسلمانوں میں پھیلانا شروع کی، اور دوسری طرف مطلب پرست مسلمان کہلانے والے بادشاہوں کو اپنی سلطنتوں کی وسعت کے لئے جہاد کی غلط تفسیر کی ضرورت تھی، چنانچہ انہوں نے اپنے زمانے کے علماء کے ذریعہ غلط تفسیر کو خوب رواج دیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ آج جہاد کی غلط تفسیر کو ہی اصل تفسیر سمجھ کر اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دی گئیں۔ اس غلط فہمی اور اس طرح کی اور بہت سی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود اور امام مہدی بنا کر بھیجا۔ اور انہوں نے اعلان فرمایا:

" آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے۔ اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے۔ جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔ پس جس راہ پر نادان

لوگ اعتراض کر چکے ہیں ۔ خدا تعالی کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اس راہ کو پھر اختیار کیا جائے ۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے جن نشانوں کی پہلے تکذیب ہو چکی وہ ہمارے سید رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیئے گئے ۔''

(روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 28)

واعلمو ان وقت الجهاد السيفى قد مضى ولم يبق الاجهاد القلم و الدعا و آيات عظمى-

(حقيقة المهدى روحانی خزائن جلد 14، صفحہ 458)

یعنی جان لو کہ اب جہاد بالسیف کا وقت نہیں ہے بلکہ قلم اور دعا اور بڑے بڑے نشانات کے ذریعہ جہاد کرنے کا زمانہ ہے ۔

(حقیقۃ الہدی روحانی خزائن 14 صفحہ 454)

یہاں اختصار سے ایک اور بات کا ذکر بھی بہت ضروری ہے ۔ آج کل دنیا میں گویا ایک فیشن بن گیا ہے کہ اگر دنیا کے کسی کونے میں دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہو جائے تو اسے ہمارے ملک اور دنیا کے بعض اخبارات اور نشریاتی ادارے فوراً اسلامک دہشت گردی کا نام دے دیتے ہیں ۔ ایسے اخبارات پر حیرت ہوتی ہے ، اگر کسی

دوسرے مذہب کے لوگ اسی قسم کی کاروائیاں کریں تو ان کی کاروائیاں ان کے مذہب کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر اگر امریکہ ہیروشیما وناگاسا کی پر ایٹم بم گرائے یا امریکہ اور برطانیہ افغانستان اور عراق پر بم باری کریں تو اس کاروائی کو مسیحی دہشت گردی نہیں کہا جاتا۔ اگر جنرل ڈائر جلیانوالا باغ میں سینکڑوں بھارتیوں کو گولیوں سے قتل کردے تو اسے بھی عیسائی دہشت گردی کا نام نہیں دیا جاتا۔

پس اس وضاحت کے بعد بعض نابلد مسلمانوں کی طرف سے اپنی نادانی یا کسی کی انگیخت پر قتل وغارت کرنا کسی بھی صورت میں اسلام کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں ہے۔

جماعت احمدیہ مسلمہ کی طرف سے جہاد کے متعلق اس وضاحت کے ساتھ اُن آیات کی وضاحت پیش کی جارہی ہے جو کہ درخواست دہندہ نے اپنی درخواست میں پیش کی ہیں۔

۞ ذیل میں درخواست دہندہ کی طرف سے پیش کردہ آیات کا عربی متن، اس کا ترجمہ اور پھر وضاحت پیش ہے:

اعتراض آیت نمبر: 2(a)

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥ (سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 5)

ترجمہ: پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو جہاں بھی تم (عہد شکن) مشرکوں کو پاؤ تو اُن سے لڑو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ہر کمین گاہ پر اُن کی گھات میں بیٹھو۔ پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

درخواست دہندہ کی طرف سے پیش کردہ آیات نمبر:

2a,2b,2d,2f,2i,2k,2n,2o,2p,2s,2w,2x,2z

میں مذکورہ نمبروں کے تحت جن آیات کو درج کر کے قرآن مجید اور اسلام کی طرف جو بدترین الزمات منسوب کئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص نے عمداً اُن وجوہات کو نظرانداز کر دیا ہے جو ان آیات کے قرآن مجید میں ذکر کا باعث بنیں۔ مذکورہ آیات کا تعلق سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے اُس زمانے سے ہے جبکہ وہ کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر مسلط کی جانے والی جنگوں سے اپنا بچاؤ اپنی حفاظت اور اپنے دفاع کے لئے جنگ لڑنے پر مجبور کئے گئے تھے۔ درخواست دہندہ اور اُسکے ہمنوا ذرا غور کریں کہ ایک مکہ مکرمہ کا آدمی اپنا گھر بار در و دیوار زمین جائیداد کاروبار تجارت مجبوراً چھوڑ کر اڑھائی سو میل دور یثرب (مدینہ منورہ) میں اپنی نئی زندگی شروع کرنے کے لئے ہجرت کر جاتا ہے اور یہ دشمن اپنی تلوار کے ساتھ مدینہ پہنچ کر اُسے نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی عقل سلیم رکھنے والا انسان یہ بتائے کیا ایسی حالت میں اُس مظلوم کو اپنی بقاء اور اپنے دین کی سالمیت کے لئے دفاع کا حق نہیں؟؟؟ دنیا کے ہر متمدن اور انصاف پسند انسان کا اس سوال کے

جواب میں یہی مؤقف ہوگا کہ یہاں ان مظلوموں کو اپنے دفاع کا پورا حق تھا۔ یہی وہ حق ہے جس پر دشمنان اسلام گزشتہ چودہ صدیوں سے اعتراض کرتے چلے آرہے ہیں۔

اب ان آیات کی مزید وضاحت تحریر ہے۔

وضاحت: درخواست دہندہ نے اپنی درخواست میں جو آیات درج کی ہیں اسکی تشریح سے پہلے اس آیت اوراسی کے تسلسل میں مذکورہ بعض دوسری آیات کا تاریخی پس منظر تحریر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ان آیات کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک اندازے کے مطابق 20 اگست 610ء کو قرآن مجید کے نزول کی ابتداء ہوئی اور اسکے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کو قبولیت اسلام کی دعوت دینے کا آغاز کیا۔ شرک وظلم نیز گناہوں کی آلودہ زندگی سے نجات پانے کی طرف بلایا اور اُنہیں پاک صاف زندگی گزارنے کی تحریک کی اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا ذاتی کوئی فائدہ نہیں تھا بلکہ اہل مکہ کی ہی فلاح و بہبود گی مقصود تھی۔ اہل مکہ میں سے جو جو اسکی افادیت کو محسوس کرتا جاتا وہ اسلام قبول کرتا چلا جاتا تھا اور دوسری طرف قریش مکہ کی اکثریت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ پر ایمان

لانے والوں پر ظلم کا سلسلہ شروع کر دیا، اُنکو دکھ اور اذیتیں پہنچانے میں لذت محسوس کرنے لگے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں سے ایک بلال بن رباح تھے۔ دوپہر کے وقت جبکہ اوپر سے آگ برستی اور مکہ کا پتھریلہ میدان بھٹی کی طرح تپ رہا ہوتا تھا۔ اُنکو باہر لے جا کر لیٹا دیتے اور بڑے بڑے گرم پتھر انکے سینے پر رکھ کر انکو مجبور کیا جاتا کہ وہ اسلام سے تائب ہو جائیں مگر وہ ہمیشہ ''**احد**'' ''**احد**'' (یعنی اللہ ایک ہی ہے) کہتے رہے اور ان مظالم کو بڑے صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کرتے رہے انہی کی طرح چند دوسرے افراد جنہوں نے اسلام کو قبول کیا اُن میں ابوفقہیہ، عامر بن فہیرہ وغیرہ شامل تھے۔ انکو بھی انتہائی دکھ اور اذیتیں دی جاتی رہیں مگر یہ سب ان مصائب کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کرتے رہے۔ اسلامی تعلیمات سے متأثر ہو کر مکہ کی خواتین نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ اُن میں سے لبینہ، زنیرہ، سمیہؓ پر کفار مکہ نے اتنے مظالم ڈھائے کہ مکہ کے گرد و نواح کے پہاڑوں کو بھی اُن کی چیخوں پر ترس آجاتا ہوگا۔ اگر اُنکو قوت گویائی حاصل ہوتی تو وہ بھی کہتے اے ظالموں! اب بس کرو۔ ظلم و ستم اپنے انتہاء کو پہنچ گیا ہے۔ جب مظالم برداشت کرتے کرتے تیرہ (13) سال گزر گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے انتہائی خطرناک

منصوبہ بنایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپکو مکہ سے دو اڑھائی سو میل دور یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ اگر آپ چاہتے تو مکہ والوں کے مظالم کو بزور طاقت روک سکتے تھے اور اس کا ثبوت آپ کے صحابی حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کی وہ روایت ہے جو گزر چکی ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے مظلوم صحابہ مدینہ پہنچ گئے تو کفار مکہ کو چاہیئے تھا کہ وہ امن اور سکون سے خود بھی جیتے اور مسلمانوں کو بھی جینے دیتے مگر افسوس ایسا نہ ہوا وہ اعلیٰ قسم کی تلواریں لیکر مسلمانوں کی گردنیں اتارنے کے لئے یثرب کی طرف چل پڑے اور ایک ہزار (1000) لشکر کا مقابلہ تین سو تیرہ (313) ایسے نہتے مسلمانوں سے ہوا جو بے چارے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر ایک ڈیڑھ سال پہلے مدینہ آئے تھے اور یہ مظلوم ابھی تو اپنے پاؤں پر کھڑے بھی نہ ہوئے تھے اور اُنکے سروں پر چھت بھی نہیں تھی کہ اُنکی گردنیں کاٹنے کے لئے مکہ کے ظالم بدر کے میدان میں پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے چند تلواروں، ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے اُن کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اُنکی غیر معمولی تائید و نصرت فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے صحابہ کو جنگ میں نمایاں فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ سے بھی کفار مکہ نے سبق نہ سیکھا اور انتقام لینے کے لئے مسلمانوں پر پے در پے حملہ آور ہوتے رہے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نمائندے بھیج کر کفار کو امن امان سے رہنے کی نصیحت کی۔ آپ ہی کی کوششوں کے نتیجہ میں مارچ 628ء میں صلح کا معاہدہ طے پایا۔ یہ معاہدہ بھی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا اور کفار مکہ نے معاہدے کی تمام شرائط کی پابندی نہیں کی آخر جب یہ معاہدہ عملی طور پر ٹوٹ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ پورے امن امان سے مکہ میں داخل ہوئے اور اُسے فتح مکہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن ظالموں سے جو کہ تیرہ سال مسلمانوں کو مسلسل اذیتیں دیتے چلے آئے تھے یہ سوال کیا ''اے قریش کے گروہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ آج کیا سلوک ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا ہم آپ سے بھلائی کے سوا اور کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔ رحمت مجسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج میں تمہیں وہی کہوں گا جو حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم آزاد ہو اور تم پر کوئی سرزنش نہیں۔'' (بحوالہ سیرۃ ابن ہشام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مذکورہ عدیم المثال عفو اور معافی کے بعد بھی بعض کفار اور دشمنان اسلام مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے اور قتل و غارت کا سلسلہ جاری رکھا اور جب صورت حال اس حد تک سنگین ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ:

اعتراض آیت نمبر: 2(a)

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾

(سورۃ التوبہ سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 5)

ترجمہ: پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو جہاں بھی تم (عہد شکن) مشرکوں کو پاؤ تو اُن سے لڑو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ہر کمین گاہ پر اُن کی گھات میں بیٹھو۔ پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اعتراض آیت نمبر:(b)2

*يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 28)

ترجمہ　:اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مشرکین تو ناپاک ہیں۔ پس وہ اپنے اِس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکیں۔ اور اگر تمہیں غربت کا خوف ہو تو اللہ تمہیں اپنے فضل کے ساتھ مالدار کردے گا اگر وہ چاہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ: مشرکین کے نجس ہونے سے مراد اُن کے عقیدہ کی نجاست ہے۔ جسمانی نجاست مراد نہیں۔ پس مشرکوں کو حج سے روکنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اپنی مشرکانہ رسومات ادا کرتے ہوئے حج نہ کرنے دیا جائے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں

وہ بعض دفعہ ننگے ہو کر اور اپنے بتوں وغیرہ کو ساتھ لے کر حج کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے حنفی فقہا کے نزدیک بھی مشرکین مسلمانوں کی ہر مسجد میں حتیٰ کہ مسجد حرام میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ البتہ انہیں وہاں اپنی مشرکانہ رسومات کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے: ''لِاَنَّہٗ لَیۡسَ الۡمُرادُ مِنۡ اٰیَۃِ (اِنَّمَا الۡمُشۡرِکُوۡنَ نَجَسٌ فَلَا یَقۡرَبُوا الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ) النَّھۡیُ عَنۡ دُخُوۡلِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ، وَاِنَّمَا الۡمُرادُ النَّھۡیُ اَنۡ یَحُجَّ الۡمُشۡرِکُوۡنَ اَوۡ یَعۡتَمِرُوۡا کَمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ فِی الۡجَاھِلِیَّۃِ۔''

(الفقہ الاسلامی و اَدِلّتہٗ، تالیف الدکتور وَھبَۃ الزحیلی جلد نمبر ۶ صفحات ۴۳۴ و ۴۳۵ دار الفکر۔ دمشق)

*اعتراض آیت نمبر:2(d)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَکُمۡ مِّنَ الۡکُفَّارِ وَلۡیَجِدُوۡا فِیۡکُمۡ غِلۡظَۃً ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 123)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اُن قریبیوں سے بھی لڑو جو کفار میں سے ہیں اور چاہئے کہ وہ تمہارے اندر سختی محسوس کریں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

اعتراض آیت نمبر:(f)2

يَآاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْالَاتَتَّخِذُوْٓااٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَاِنِ اسْتَحَبُّواالْكُفْرَعَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 23)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم اپنے آباء کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ پکڑو اگر انہوں نے ایمان کی بجائے کفر پسند کر لیا ہو۔ اور تم میں سے جو بھی اُنہیں دوست بنائیں گے تو یہی ہیں جو ظالم لوگ ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک مثال مہابھارت کی جنگ کی دی جا چکی ہے جس میں کورو اور پانڈو قریبی رشتہ دار تھے مگر کرشن جی مہاراج نے اس جنگ میں پانڈوں کا ساتھ دیا اور کوروں کا مقابلہ کیا۔ کیونکہ حالات کا تقاضا اُس وقت اسی اقدام کو اٹھانے کا تھا۔

یسوع مسیح (علیہ السلام) کے قریبیوں نے جب اُس کا انکار کر دیا اور اُن کی تکذیب کی تو مسیح نے انہیں کہا:

1۔اے سانپوں کے بچو! تم بُرے ہو کر کیونکر اچھی باتیں کہہ سکتے ہو۔

(انجیل متی، باب 12-34)

2۔اے سانپو! اے افعی کے بچو تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے۔

(انجیل متی باب 23/33)

یاد رہے اللہ تعالیٰ جس کسی نبی و رسول کو اپنے زمانے کے لوگوں کی اصلاح کے لئے بھیجتا تھا تو وہ نبی اصلاح کے بہت سے مناسب طریق اختیار کرتا تھا۔ یہ طریق اُن میں سے ایک ہے۔

اعتراض آیت نمبر:2(i)

مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿٦٢﴾

(سورۃ الاحزاب، سورۃ نمبر 33 آیت نمبر 62)

ترجمہ: (یہ) دھتکارے ہوئے، جہاں کہیں بھی پائے جائیں پکڑ لئے جائیں اور اچھی طرح قتل کئے جائیں۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ؒ فرماتے ہیں: ان آیات میں منافقین اور یہود میں سے اُن فتنہ پردازوں کا ذکر ہے جو مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف جھوٹی من گھڑت باتیں پھیلاتے رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تُو اُن پر غالب آجائے گا اور یہ تیرے شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اُس وقت یہ اللہ کی لعنت کے نیچے ہوں گے اور ایسے حالات ہوں گے کہ جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں اُن کا مؤاخذہ کرنا اور قتل کرنا جائز ہوگا۔

اعتراض آیت نمبر:2(k)

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

(سورۃ السجدۃ، سورۃ نمبر 32 آیت 23)

ترجمہ: اور کون اس سے زیادہ ظالم ہوسکتا ہے جو اپنے ربّ کی آیات کے ذریعہ اچھی طرح نصیحت کیا جائے پھر بھی اُن سے منہ موڑ لے؟ یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

اعتراض آیت نمبر:2(o)

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

(سورۃ حم السجدۃ سورۃ نمبر 41 آیت نمبر 28)

پس ہم یقیناً اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے اور انہیں اُن کے بدترین اعمال کی لازماً جزا دیں گے۔

اعتراض آیت نمبر:2(p)

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۹﴾

(سورۃ حم السجدۃ سورۃ نمبر 41 آیت نمبر 29)

ترجمہ: یہ ہو کر رہنے والی بات ہے کہ اللہ کے دشمنوں کی جزا آگ ہے۔ اُن کے لئے اس میں دیر تک رہنے کا گھر ہے۔ یہ جزا ہے اس کی جو ہماری آیات کا وہ دانستہ انکار کیا کرتے تھے۔

اعتراض آیت نمبر: 2(s)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۶﴾

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9، آیت نمبر 14)

ترجمہ: اے نبی! مومنوں کو قتال کی ترغیب دے۔ اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے۔ اور اگر تم میں سے ایک سو (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ کفر کرنے والوں کے ایک ہزار پر غالب آجائیں گے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ سمجھتے نہیں۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم فرمایا گیا ہے کہ مومنوں کو قتال کی تحریض کریں۔ اگرچہ وہ تھوڑے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ اپنے سے دس گنا زیادہ تعداد پر غالب آسکتے ہیں۔ لیکن یہ مراد نہیں کہ ہر اکیلا شخص اپنے سے دس گنا زیادہ لوگوں پر

غلبہ پالے گا۔ ایک معین تعداد بیان فرمائی گئی ہے کہ اگر سو ہوں تو ہزار پر غلبہ پالیں گے جو عین ممکن ہے۔

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ سردست تمہاری کمزوری کی حالت ہے۔ نہ پوری خوراک میسر ہے نہ ہتھیار میسر ہیں۔ اس لئے تم اگر سو ہو تو دوسو پر غلبہ پاؤ گے۔ لیکن جب تمہارا رعب قائم ہو جائے گا تو آنے والی نسلوں میں ہزار، دس ہزار پر بھی غالب آسکے گا۔ آنے والی نسلوں کے لئے جو بڑی فتح کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے اس کی بنیاد ابتدائی مومنین نے ہی ڈالی تھی۔

اعتراض آیت نمبر: (2(n

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾

(سورۃ التّحریم، سورۃ نمبر 66، آیت نمبر 10)

ترجمہ: اے نبی! کفار سے اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے مقابلہ پر سختی کر۔ اور اُن کا ٹھکانا جہنّم ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ:

جو جہاد نفس کی خاطر نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا جا رہا ہو اس میں دشمنوں سے قتال کے مقابلہ پر سختی کرنے کا حکم ہے خواہ دل کتنا ہی نرم ہو۔ ایک دوسری آیت سے اس سختی کا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں، جو قتال میں شامل ہونے والے لوگ نہیں ہیں، وہ بھی ڈر جائیں گے اور ناحق مسلمانوں سے قتال نہیں کریں گے جیسا کہ فرمایا: فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ (الانفال:۵۸)

اعتراض آیت نمبر:(w)2

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۙ ۹۰

(سورۃ النساء، سورۃ نمبر 4، آیت نمبر 90)

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی اُسی طرح کفر کرو جس طرح انہوں نے کفر کیا۔ نتیجۃً تم ایک ہی جیسے ہو جاؤ۔ پس ان میں سے کوئی دوست نہ بنایا کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں۔ پس اگر وہ پیٹھ دکھا جائیں تو اُن کو پکڑو اور ان کو قتل کرو

جہاں کہیں بھی تم ان کو پاؤ اور ان میں سے کسی کو دوست یا مددگار نہ بناؤ۔

اعتراض آیت نمبر:(x)2

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9، آیت نمبر 14)

ترجمہ: ان سے لڑائی کرو۔ اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انہیں رسوا کر دے گا اور تمہیں ان کے خلاف نصرت عطا کرے گا اور مومن قوم کے سینوں کو شفا بخشے گا۔

اعتراض آیت نمبر:(z)2

وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۲﴾

(سورۃ البقرۃ، سورۃ نمبر 2 آیت نمبر 192)

ترجمہ: اور (دورانِ قتال) انہیں قتل کرو جہاں کہیں بھی تم انہیں پاؤ اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے تمہیں انہوں نے نکالا تھا۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ اور ان سے مسجد حرام کے پاس قتال نہ کرو یہاں تک کہ وہ تم سے وہاں قتال کریں۔ پس اگر وہ تم سے قتال کریں تو پھر تم اُن کو قتل کرو۔ کافروں کی ایسی ہی جزا ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا تمام آیات جن سے کفار پر سختی کرنے کا نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت بانی جماعت احمدیہ مسلمہ کی ایک تحریر درج کی جا رہی ہے۔ اُس میں مذکورہ آیات اور ان سے مماثل آیات جو قرآن مجید میں ہیں۔ اُن سے منفی نتیجہ اخذ کرنے والوں کے لیے کافی وشافی جواب ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

''اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پوشیدہ طور پر مدینہ میں پہنچے۔ اور مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو قبول کر لیا۔ اس پر مکّہ والوں کا غضب بھڑکا اور افسوس کیا کہ ہمارا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور پھر کیا تھا۔ دِن رات انہیں منصوبوں میں لگے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کر دیں۔ اور کچھ تھوڑا گروہ مکّہ والوں کا کہ جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا تھا وہ بھی مکّہ سے ہجرت کر کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے۔بعض نے حبشہ کے بادشاہ کی پناہ لے لی تھی۔اور بعض مکہ میں ہی رہے۔کیوں کہ وہ سفر کرنے کے لئے زادِ راہ نہیں رکھتے تھے۔اور وہ بہت دکھ دیئے گئے۔قرآن شریف میں اُن کا ذکر ہے۔کہ کیوں کر وہ دِن رات فریاد کرتے تھے۔

اور جب کفّار قریش کا حد سے زیادہ ظلم بڑھ گیا،اور اُنہوں نے غریب عورتوں اور یتیم بچوں کو قتل کرنا شروع کیا اور بعض عورتوں کو ایسی بے دردی سے مارا کہ اُن کی دونوں ٹانگیں دو رسوں سے باندھ کر دو اُونٹوں کے ساتھ وہ رسّے خوب جکڑ دیئے۔اور اُن اونٹوں کو دو مختلف جہات میں دوڑایا اور اس طرح پر وہ عورتیں دو ٹکڑے ہو کر مر گئیں۔

جب بے رحم کافروں کا ظلم اس حد تک پہنچ گیا۔خدا نے جو آخر اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اپنے رسول پر اپنی وحی نازل کی کہ مظلوموں کی فریاد میرے تک پہنچ گئی۔آج میں اجازت دیتا ہوں کہ تم بھی ان کا مقابلہ کرو۔اور یاد رکھو کہ جو لوگ بے گناہ لوگوں پر تلوار اُٹھاتے ہیں۔وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے جائیں گے۔مگر تم کوئی زیادتی مت کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

یہ ہے حقیقت اسلام کے جہاد کی۔جس کو نہایت ظلم سے بُرے پیرایہ میں بیان کیا گیا

ہے۔ بیشک خدا حلیم ہے۔ مگر جب کسی قوم کی شرارت حد سے گزر جاتی ہے۔ تو وہ ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ اور آپ اُن کے لئے تباہی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (سورۃ البقرہ، سورۃ نمبر 2 آیت نمبر 257) یعنی دین اسلام میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا۔ اور جبر کے کونسے سامان تھے۔ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں اُن کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دے دیں۔ اور دین کو دشمن کے حملوں سے بچانے کے لئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں۔ اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں۔ اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اُٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اُس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں۔ اور پھر ہر یک قسم کی صعوبت اُٹھا کر چین تک پہنچیں نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر۔ اور اس ملک میں پہنچ کر دعوت اسلام کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا

کہ ان کے بابرکت وعظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہو جائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں اور بہت سے حصّہ آریہ ورت کو اسلام سے مُشرّف کر دیں اور یورپ کی حدود تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز پہنچا دیں۔ تم ایماناً کہو کہ کیا یہ کام اُن لوگوں کا ہے جو جبراً مُسلمان کئے جاتے ہیں۔ جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نور ایمان سے بھر جاتے ہیں۔ اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے۔‘‘

(پیغام صلح۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 467)

اعتراض آیت نمبر: 2(c)

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝۱۰۲

(سورۃ النّسآء، سورۃ نمبر 4 آیت نمبر 102)

ترجمہ: اور جب تم زمین میں (جہاد کرتے ہوئے) سفر پر نکلو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرلیا کرو، اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے تمہیں آزمائش میں ڈالیں گے۔ یقیناً کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

وضاحت: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ جب وہ حالت جنگ اور میدان جنگ میں ہوں اور اس کے لئے وہ زمین میں مسافر کی حالت میں ہوں تو انکو اجازت دی گئی ہے کہ اپنی نماز قصر کرلیا کریں۔ یعنی ظہر کی دو رکعت عصر کی دو رکعت اور عشاء کی دو رکعت پڑھ لیا کریں اور ایک اور موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ایسی حالت میں صلوٰۃ الخوف ایک خاص کیفیت میں ادا کرنے کی اجازت دی ہے اور اسکا مقصد اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم نماز کی ادائیگی میں مستغرق ہو اور دشمن

کی طرف تمہاری توجہ نہ ہو اور وہ تمہیں کوئی ضرب اور نقصان پہنچا جائیں۔ بایں وجہ اللہ تعالیٰ نے حالت جنگ میں سفر کرنے کی صورت میں نمازیں قصر کرنے اور بوقت ضرورت صلوٰۃ الخوف ادا کرنیکی اجازت دی ہے۔ سلیم العقل رکھنے والے انسان کی فہم وادراک سے بالا ہے کہ درخواست دہندہ کو اس صاف اور صریح آیت پر کیا اعتراض ہے؟ بہر حال یہ ایک اصولی تعلیم ہے اور قیامت تک رہنے والی تعلیم ہے جب کسی زماں ومکاں میں اسکی ضرورت پیش آئے تو اسپر عمل کیا جائے گا عمومی حالات میں اسپر عمل نہیں کیا جاتا۔

مذکورہ بالا آیت کے آخر میں ذکر ہے کہ ''اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا'' یقیناً کافر تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں۔

شاید معترض ان الفاظ سے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ '' کافر تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں۔'' سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ انسان جو مسلمان نہیں وہ کافر ہے اور وہ مسلمانوں کا دشمن ہے۔

اگر اس مغالطہ میں مبتلاء کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تو یہ کوششیں نہ صرف قابل تردید بلکہ قابل مذمت ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو اسلام کا انکار کر

کے اُس کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کی کوششیں کرتے ہیں اور تمہیں صحیح طور پر نماز بھی ادا نہیں کرنے دیتے وہ تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں۔ اس ضمن میں ایک مثال تحریر ہے کہ سن 5 ھجری بمطابق فروری مارچ 627ء کفار کا لشکر جس میں دس ہزار سے لے کر پندرہ ہزار تک عسکری تھے مدینہ کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے مدینہ کے باہر پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے اپنے دفاع کے لیے ایک خندق کھودی تا کہ کفار اُسے عبور نہ کر سکیں۔ اور مدینہ اُن کے اچانک حملہ سے محفوظ رہے۔ مسلمانوں نے بھی اپنے بچاؤ اور حفاظت کے لیے حسب الاستطاعت تیاری کی۔

اس دوران ایک موقعہ ایسا آیا کہ مسلمان عصر کی نماز وقت پر ادا نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز عصر سورج غروب ہونے کے بعد ادا کی اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کی۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ غزوہ خندق کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دیا جنہوں نے سورج غروب ہو جانے تک ہمیں نماز عصر نہ ادا کرنے دی۔

(بحوالہ صحیح بخاری۔ ابواب المغازی۔ باب غزوۃ الخندق)

حاصل کلام یہ کہ آیت مذکورہ میں خاص طور پر ان کافروں کی عداوت کا ذکر ہے جو مسلمانوں کو بروقت نماز ادا کرنے میں روک بنتے تھے۔

اعتراض آیت نمبر: 2(e)

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۵۷﴾

(سورۃ النساء، سورۃ نمبر 4 آیت نمبر 57)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہے ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کے چمڑے گل جائیں گے ہم انہیں بدل کر دوسرے چمڑے دے دیں گے تاکہ وہ عذاب کو چکھیں۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

وضاحت: قرآن مجید میں انسان کی پیدائش کا یہ مقصد بتایا گیا ہے کہ وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۷﴾

(سورۃ الذّاریات، سورۃ نمبر 51 آیت نمبر 57)

ترجمہ: اور میں نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

پھر فرمایا الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ﴿۲﴾

(سورۃ الملک، سورۃ نمبر 67 آیت نمبر 3)

ترجمہ: وہی جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہترین ہے۔ اور وہ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

پھر فرمایا وَ ہَدَیۡنٰہُ النَّجۡدَیۡنِ ﴿ۚ۱۱﴾

(سورۃ البلد، سورۃ نمبر 30 آیت نمبر 10)

ترجمہ: اور ہم نے اُسے دو مرتفع راستوں کی طرف ہدایت دی۔ نیز فرمایا

فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَ تَقۡوٰىہَا ۪ۙ﴿۹﴾

(سورۃ الشّمس، سورۃ نمبر 91 آیت نمر 9)

ترجمہ: پس اُس کی بے اعتدالیوں اور اس کی پرہیزگاریوں (کی تمیز کرنے کی صلاحیت) کو اس کی فطرت میں ودیعت کیا۔

اسکی مزید وضاحت یہ ہے کہ ہرانسان کا اپنی ماں کی کوکھ میں جسم تیار ہوتا ہے پھر وہ جنم لیکراس دنیا میں آتا ہے اس دنیا میں کوئی انسان یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ اپنی ماں کی کوکھ میں آنے سے پہلے کہاں تھا اور کیسا تھا۔اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی زندگی دو چیزوں سے مرکب ہے ایک اس کا جسم دوسری اسکی روح (آتما) اور جب اسکی روح جسم سے نکل جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسکی موت ہوگئی اور موت کے بعد بہت سے اہل مذاہب اسکے مردہ جسم کو جلتے ہوئے انگاروں میں جلا کر راکھ کر دیتے ہیں ایک منظر نضجت جلودھم کا یہاں نظر آجاتا ہے اور کچھ اہل مذاہب اس جسم کو قبر کے حوالے کر کے خاک بنا دیتے ہیں جہاں اسکے جسم کو زمینی کیڑے مکوڑے کھا کر معدوم کر دیتے ہیں اور نضجت جلودھم اس طرح بھی پورا ہو رہا ہوتا ہے اس کے بعد اسکی روح اس جگہ واپس چلی جاتی ہے جہاں سے وہ آئی تھی اور اگر اس دنیا میں اس نے اپنی زندگی خود اپنے مالک وخالق کی تعلیمات کے مطابق گزاری ہوگی تو اس کا اگلا سفر جنت میں روحانی مدارج کے حصول کے لئے شروع ہو جاتا ہے۔جس نے اس دنیا میں گناہ ، پاپ ، بدیاں ، ظلم کا ارتکاب کیا ہوگا اس کو اسکے گناہوں کی سزا دینے کے لئے جہنم کی طرف بھجوا دیا جاتا ہے جہاں اسکے گناہوں کی سزا کے بعد اسکو جہنم سے نکال کر

جنت کے ابتدائی مدارج کی طرف سفر کے لئے بھجوا دیا جاتا ہے چنانچہ اس بارے میں حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ (1889-1965) فرماتے ہیں ”انسان ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ بلکہ جس طرح ماں کے پیٹ میں کچھ عرصہ کے لئے رہتا ہے۔ اس طرح کچھ عرصہ کے لئے وہ دوزخ میں رہے گا۔ پھر باہر کی کھلی ہوا یعنی جنت میں آجائے گا۔ اسی طرح حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

یاتی علی جهنم زمان لیس فیها احد و نسیم الصبا تحرك ابوابها

(تفسیر معالم التنزیل زیر آیت فَاَ مَّا اَ لَّذِیْنَ شَقُوْا

:هود 107/11)

یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اس میں کوئی شخص نہیں ہوگا اور ہوا اسکے دروازوں کو کھٹکھٹائیگی اس حدیث سے بھی اس قرآنی آیت کی تصدیق ہوتی ہے۔“

(تفسیر صغیر حاشیہ صفحہ 844)

اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ قاتل، چور، ڈاکو، زناکار کو جیل کی سزائیں دی جاتی ہیں اور ان میں سے بعض کو پھانسی کی سزا گلے میں رسا اور پھندا ڈال کر تختے پر لٹکا کر دی

جاتی ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ اسکے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ اس کو اُسکے جرم کی سزا کا مزا چکھانے کے لئے۔ اسی سے اندازہ لگا لیں کہ اس آیت میں یہ جو ذکر ہے کہ جب کبھی اُنکے چمڑے گل جائیں گے ہم انہیں بدل کر دوسرے چمڑے دے دینگے تا کہ وہ عذاب چکھیں۔ گناہوں کا عذاب چکھانے کے لئے قرآن مجید میں یہ الفاظ آئے ہیں مگر قرآن مجید اور احادیث سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ جہنم سے ایک دن سب رہائی پا جائیں گے۔

اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد اس آیت پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا بلکہ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو مذکورہ آیت سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنے مقصد حیات کو سمجھ کر ایسی زندگی گزارنے کی توفیق دے جو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہو۔ آمین

اعتراض آیت نمبر:(g)2

اِنَّمَا النَّسِیٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ
کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوْا
عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ
سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ع ۳۷

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 37)

ترجمہ: یقیناً نَسِیٓءَ کفر میں ایک اضافہ ہے۔ اِس سے اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا گمراہ کر دیا جاتا ہے۔ کسی سال تو وہ اُسے جائز قرار دیتے ہیں اور کسی سال اُسے حرام قرار دیتے ہیں تا کہ اس کی گنتی پوری رکھیں جسے اللہ نے حُرمت والا قرار دیا ہے، تا کہ وہ اُسے جائز بنا دیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ ان کے لئے ان کے اعمال کی برائی خوبصورت کر کے دکھائی گئی ہے اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

وضاحت: اسلام سے قبل عربوں میں قمری سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ جن میں سے 4 مہینے حرمت والے مہینے کہلاتے تھے لیکن عرب لوگ ان حرمت والے مہینوں کو اپنے دنیاوی مفادات کے لئے اپنی مرضی سے آگے پیچھے کر دیتے تھے اور

اسے عربی میں ''النسي'' کہا جاتا تھا۔تا کہ حرمت والے مہینوں میں جو چیزیں حرام ہیں جیسے لڑائی وغیرہ وہ کر سکیں اور بعد میں بعض دوسرے مہینوں کو حرمت والا مہینہ قرار دے دیتے تھے۔قرآن مجید کی جس آیت پر معترض نے اعتراض کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔النسي ،کفر میں ایک اضافہ ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کیا جاتا تھا۔

اسلام نے بھی ان مہینوں کو برقرار رکھا۔اور ان کے نام یہ ہیں۔

1۔محرم، 2۔صفر، 3۔ربیع الاول، 4۔ربیع الثانی، 5۔جمادی الاول، 6۔جمادی الثانی،

7۔رجب، 8۔شعبان، 9۔رمضان، 10۔شوال۔ 11۔ذی القعدہ، 12۔ذی الحجہ۔

ان میں سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عربوں کے سابقہ طریق کے مطابق چار مہینوں کو حرمت والے مہینے قرار دیا اور انکے نام یہ ہیں:

1۔ذی القعدہ، 2۔ذی الحجہ، 3۔محرم، 4۔رجب

(بحوالہ صحیح البخاری، کتاب التفسیر التوبہ)

ان چار مہینوں کی حرمت قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ حجاج کرام امن و امان سے خانہ

کعبہ تک سفر کر سکیں اور انکو کوئی خوف وخطر لاحق نہ ہو۔ ان چار مہینوں میں سے ایک مہینہ ذوالقعدہ ذوالحجہ سے قبل آتا ہے۔ اور پھر ذوالحجہ کے بعد محرم کا مہینہ بھی حُرمت والا مہینہ ہے۔ اس میں حجاج کرام مناسک حج ادا کرنے کے بعد بے خوف وخطر پُرامن ماحول میں اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔

قرآن کریم کی اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نسیي کو کلیۃً ممنوع قرار دیا ہے اور اسے کفر اور گمراہی کے زمرے میں شامل کیا ہے۔ کیونکہ النسيي کے ذریعہ حجاج کرام کو نقصان پہنچانے کا اندیشہ تھا۔ اسلام نے حجاج کرام کی سلامتی کے لئے اور ان چار مہینوں میں جزیرہ عرب اور دنیا میں امن وسکون کا ماحول برقرار رکھنے کے لئے انکی حرمت کو برقرار رکھنے اور رکھوانے کی تاکید کی ہے۔ ایسا انسان جو اس معاملے میں اپنی ضد اور اناء برقرار رکھتے ہوئے ان حرمت والے مہینوں کا منکر وانکاری ہے اور اس وطیرے کو چھوڑنا نہیں چاہتا ہے اُن کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ جو خود ہدایت نہیں چاہتا اللہ بھی اسے ہدایت نہیں دیتا۔

مذکورہ آیت کے آخر پر ارشاد ربانی ہے کہ ''اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔'' یعنی جو انسان خود ہدایت کا متمنی نہیں اللہ تعالیٰ اسے زبردستی ہدایت نہیں دیتا کیونکہ دین کے

سلسلہ میں کوئی جبر واکراہ نہیں۔

اعتراض آیت نمبر:(h)2

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٨﴾

(سورۃ المائدہ، سورۃ نمبر 5 آیت نمبر 58)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اُن کو جنہوں نے تمہارے دین کو تمسخر اور کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور کفار کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

وضاحت: ایک انسان جب سچے دل سے اسلام کو بطور دین اپنے لئے قبول کر لیتا ہے تو لازمی طور پر اسکے دل میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور روز بروز وہ مضبوط اور گہری ہوتی جاتی ہے۔ اور دنیا کا یہ طریق ہے کہ کوئی بھی غیرت مند انسان یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی دوسرا شخص اسکے محبوب کی توہین اور تذلیل

کرے مثلاً ایک ایسا انسان جو اپنے والدین سے محبت کرتا اور انکا احترام کرتا ہے۔ اسکی غیرت برداشت نہیں کرے گی کہ کوئی دوسرا اسکے والدین کی توہین کرے اور انہیں بُرا بھلا کہے۔ اگر توہین کرنے والا اپنی اس حرکت سے باز نہیں آئیگا تو ایک غیرت مند انسان نہ تو اس سے دوستی رکھے گا اور نہ ہی اس سے کسی قسم کی قربت رکھے گا۔

دین اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اسے جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے اسکا انکار کر دے اس پر کوئی جبر و اکراہ نہیں اگر کسی کی سمجھ میں دین اسلام کی تعلیمات نہیں آتیں تو اس کا حق ہے کہ وہ انکار کر دے اور ایک شریف الطبع انسان انکار کے بعد خاموشی اختیار کرے گا مگر کوئی دوسرا شخص تکذیب و تکفیر کے ساتھ ساتھ استہزا اور مذاق بھی کرے اور حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن مجید کے ساتھ گستاخانہ سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ نصیحت کی کہ تمہاری ایمانی غیرت کا تقاضا ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔

اور ایک سادہ سی مثال سے اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ شرارتی اور بُری عادات رکھنے والے بچوں سے والدین اپنے بچوں کو دوستی نہ رکھنے اور اس سے دور رکھنے کی نصیحت کرتے ہیں تا کہ وہ اس کی صحبت سے بد اثر قبول نہ کرلیں۔ اس آیت میں تمام

اہل کتاب یا دوسرے مذاہب کے لوگوں سے دوستی بنانے سے ہرگز منع نہیں کیا گیا ۔البتہ اُن لوگوں سے روکا گیا ہے جو کہ دین اسلام کے عقائد ونظریات اور مقدسات کی توہین اور اہانت کرتے ہیں ۔لیکن یہاں دوستی نہ کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ استہزاء کرنے والوں کے خلاف اس طرح کے مظاہرے کئے جائیں جن کے ذریعہ ملک وقوم کا جانی و مالی نقصان ہو۔اسکی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ پُرامن طریق سے اپنی بات رکھنے اور معترضین کا جواب دینے کی اجازت ہے۔

اس وضاحت کے بعد نہ تو اس پر کوئی اعتراض رہتا ہے اور نہ ہی نا معقول سوال کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

اعتراض آیت نمبر:(j)2

اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۹﴾

(سورۃ الانبیاء، سورۃ نمبر 21 آیت نمبر 99)

ترجمہ: یقیناً تم اور وہ جس کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے جہنم کا ایندھن ہو۔تم

اس میں اُترنے والے ہو۔

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض دوسرے مقامات پر فرمایا۔

وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ﴿۲۵﴾ (سورۃ الفاطر، سورۃ نمبر 35 آیت نمبر 25) اور کوئی امت نہیں مگر ضرور اس میں کوئی ڈرانے والا گزرا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر اور ہادی بھیجا ہے ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَّ لِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ﴿۸﴾

(سورۃ الرعد، سورۃ نمبر 13 آیت نمبر 8)

ترجمہ: اور ہر قوم کے لئے ایک راہنما ہوتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ کم الانبیاء؟ قال ما ئة الف واربعه و عشرون الفاً

(تفسیر القرآن العظیم للامام الجلیل اسماعیل بن کثیر 774 ھجری۔ تفسیر سورۃ النساء)

کہ دنیا میں کتنے نبی آئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اللہ نے اس دنیا میں بھجوائے۔

اور ان کی آمد کا مقصد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ فرمایا: وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۷

(سورۃ النحل، سورۃ نمبر 16 آیت نمبر 37)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے ہر اُمّت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور بتوں سے اجتناب کرو۔ پس ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور انہی میں ایسے بھی ہیں جن پر گمراہی واجب ہو گئی۔ پس زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا تھا۔

ہر نبی اور رسول جو آیا اس نے لوگوں کو اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور اسکی عبادت میں یہ حکمت بتائی کہ وہ مالک کائنات ہے اور اسی کے حکم سے اس کائنات میں ہر چیز اپنا فریضہ ادا کر رہی ہے۔

تقریباً ہر مذہب کے عقیدے کے مطابق اس کائنات کو پیدا کرنے والا ایک خالق و

مالک ہے ۔اسکے نام تو الگ ہو سکتے ہیں مگر مراد خدا تعالیٰ کی ذات ہی ہوتی ہے ۔مختلف مذاہب کی مقدس کتب سے چند عبارتیں درج ذیل ہیں ۔

ویداور گیتا میں خدا کا تصور:

وہ ایک ہی کسی دوسرے کی شرکت کے بغیر ہے۔

(چھندو گیا اُپنشد-1-2-6)

ترجمہ: اس کائنات کی چیزوں میں کچھ بھی حرکت ہے وہ سب اس حاکم ،قدرت رکھنے والے کی مرضی سے ہے۔ (یجر وید،ادھیائے 40-منتر 1)

ترجمہ: (ائے مالک) تیرے جیسا نہ کوئی دونوں عالم میں ہے اور نہ زمین کے ذرات میں اور نہ تیرے جیسا کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

(یجر وید،ادھیائے 27-منتر 36)

ترجمہ: یہ پوری کائنات اس اللہ کے حجم سے چل رہی ہے۔

(یجر وید،ادھیائے 40-منتر 1)

توحید کا ذکر بھگوت گیتا سے:

* یومام اجم آنادم چہ۔ ویتی لوکہ مہیشورم۔ * اسموڈھح سہ مریشوسروہ پاپئیچ پدم چیتے۔

ترجمہ: اے انسانوں اپنے ایشور کو پہچانوں کیونکہ وہ ایک ایشور تمہارا پیدا کرنے والا ہے اس ایشور نے تمہیں ہوا (وایو) دیا۔ اگنی دیا، دھرتی دیا، آسمان دیا، جل دیا، تم اپنے ایشور کو پہچانو جس نے تمہیں اتنے انعامات دئے۔ اے انسانوں اگر تم مجھے نہیں پہچانو گے تو بہت بڑی گمراہی میں ہونگے۔

(بھگوت گیتا ادھیائے 3 شلوک 10)

ترجمہ: میرے صفات کو نہ جاننے والے بے وقوف لوگ مجھے جسم والا سمجھ کر میری بے عزتی کرتے ہیں۔

(گیتا، ادھیائے 9 شلوک 11)

ترجمہ: اپنی غیر ظہور پذیر شکل میں تمام کائنات میں سرائیت کئے ہوئے سبھی جاندار مجھ میں سے ہیں لیکن میں ان میں رہتا نہیں۔ (گیتا، ادھیائے 9 شلوک 11)

توراۃ اور انجیل میں خدا کا تصور:

یہودیوں اور عیسائیوں کی مقدس کتاب کی ابتداء میں ہی یہ تحریر ہے:

(الف) خدا نے ابتداء میں زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ خدا نے کہا روشنی ہو جا اور روشنی ہوگئی۔ خدا نے روشنی کو دن کیا اور تاریکی کو رات۔

(کتاب المقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، پیدائش باب 1، آیت 1 تا 3)

(ب) سُن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہے تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری کتاب سے خداوند اپنے خدا سے محبت کر۔

(استثناء ، باب 6 آیت 4)

(ج) خدا کی مانند کوئی نہیں جو تیری مدد کے لئے آسمان پر اور اپنے جاہ و جلال میں افلاک پر سوار ہے۔

(استثناء ، باب 33 آیت 26)

انجیل میں ذکر ہے کہ "اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانے۔ (انجیل، یوحنا باب 17 آیت 4)

گروگرنتھ صاحب میں خدا کا تصور:

گروگرنتھ صاحب میں گُوروجی نے فرمایا:

ਆਦੇਸੁ ਤਿਸੈ ਆਦੇਸੁ ॥

ਆਦਿ ਅਨੀਲੁ ਅਨਾਦਿ ਅਨਾਹਤਿ ਜੁਗੁ ਜੁਗੁ ਏਕੋ ਵੇਸੁ ॥

(ਜਪੁਜੀ - ਗੁਰੂ ਗ੍ਰੰਥ ਸਾਹਿਬ : ਅੰਗ 7 ਪੰ. 1)

ترجمہ: اس خدا تعالیٰ کے حضور ہی جُھکو۔ جو لاول ہے، پاک ہے، اور غیر فانی ہے اور تمام زمانوں میں ایک ہی حالت کا حامل ہے یعنی جس کی کسی بھی صفت میں دائمی تعطل پیدا نہیں ہوسکتا۔

گورو نانک جی کے نزدیک خدا تعالیٰ کا مقرب بننے کے لئے کسی خاص ملک ، علاقے ، مذہب ، قوم ، قبیلہ یا نسل سے پیدا ہونا ہی ضروری نہیں ۔ ہر ایک نیک اور ایمان دار شخص جو خلوص دل سے اپنے ایمان کے مطابق اعمال صالح بجالاتا ہے اس کا قُرب حاصل کرسکتا ہے۔ گورونانک جی فرماتے ہیں:

ਵਦੀ ਸੁ ਵਜਗਿ ਨਾਨਕਾ ਸਚਾ ਵੇਖੈ ਸੋਇ ॥

ਸਭਨੀ ਛਾਲਾ ਮਾਰੀਆ ਕਰਤਾ ਕਰੇ ਸੁ ਹੋਇ ॥

ਅਗੈ ਜਾਤਿ ਨ ਜੋਰੁ ਹੈ ਅਗੈ ਜੀਉ ਨਵੇ ॥

ਜਿਨ ਕੀ ਲੇਖੈ ਪਤਿ ਪਵੈ ਚੰਗੇ ਸੇਈ ਕੇਇ ॥

ਵਦੀ ਸੁ ਵਜਗਿ ਨਾਨਕਾ ਸਚਾ ਰੱਖੇ ਸੋਈ

(ਆਸਾ ਵਾਰ- ਗੁਰੂ ਗ੍ਰੰਥ ਸਾਹਿਬ : ਅੰਗ 469 ਪੰ. 5-6)

ترجمہ: بُرائی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے چُھپی نہیں رہتی۔ وہ الحق سب کچھ دیکھتا ہے۔ کوئی بھی بات اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہر شخص نے چھلانگ لگائی ہے۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے۔ اس کے دربار میں ذات اور طاقت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اور وہاں انسان کا نئے جیووں سے واسطہ پڑتا ہے۔ وہ لوگ بہت ہی قلیل ہیں جو عزت اور آبرو حاصل کرتے ہیں وہی بھلے لوگ ہیں۔

بایں وجہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری عبادت میں ہی تمہارا فائدہ ہے۔ میرے علاوہ جس کسی کی تم عبادت کرو گے وہ تمہیں فائدہ نہیں دے گی۔ یہاں اسی قسم کے معبودوں کو جلانے کا ذکر ہے جو جھوٹے طور پر خدا بن جاتے ہیں اور اپنی عبادت کرواتے ہیں اور انہی میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں

فرعون بھی تھا۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی رسول، اوتار جو اس دنیا میں آئے انہوں نے ایک ہی اللہ، ایک ہی خدا، ایک ہی ایشور، کی عبادت کا حکم دیا اور اسکے علاوہ اللہ کی ہی مخلوق میں سے کسی اور کی عبادت فائدہ مند نہیں ہوسکتی۔ اس لئے وہ عبادت بھی ضائع ہوگی اور جسکی بھی عبادت کی جائے گی وہ بھی ان سے برأت کریگا اور اسکو بھی اللہ تعالیٰ جہنم کا ایندھن عبرت اور نصیحت کے لئے بنائے گا۔

اس تشریح کے بعد اس آیت پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔

جیسا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہو علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوب صورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لایق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ

سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22-21)

اعتراض آیت نمبر: (ا)2

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۱﴾

(سورۃ الفتح، سورۃ نمبر 48 آیت نمبر 21)

ترجمہ: اللہ نے تم سے کثیر اموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کرو گے۔ پس یہ تمہیں اس نے فوری عطا کر دیں اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تا کہ یہ مومنوں کے لئے ایک بڑا نشان ہو جائے اور وہ تمہیں سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے۔

اعتراض آیت نمبر: 2(m)

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ (سورۃ الانفال، سورۃ نمبر 8 آیت نمبر 70)

ترجمہ: پس جو مالِ غنیمت تم حاصل کرو اس میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

وضاحت: درخواست دہندہ نے جن 26 آیات کو حذف کرنے کا مطالبہ کیا ہے (خاک بہ دہن) ان میں آیت نمبر 2(l) اور 2(m) میں اموال غنیمت کا ذکر ہے ۔اسکی وضاحت میں تحریر ہے کہ ان آیات کا سابقہ آیات اور تاریخی حالات کے پس منظر میں مطالعہ کرنا ہوگا۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ مسلمان مہاجر کفار مکہ کے ہاتھوں ستائے جانے کے بعد مجبوراً تمام مال واسباب ، درو دیوار، مکہ میں چھوڑ کر مدینہ میں آ گئے اس ہجرت کی وجہ سے بظاہر انکی تجارتیں اور کاروبار جو مکہ میں تھے تباہ و برباد ہو گئے تھے مدینہ آ کر انصار بھائیوں کی مدد سے انہوں نے از سر نو اپنی تجارتیں شروع کیں تا کہ جلد از جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں مگر کفار مکہ انکا پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ تھوڑی تھوڑی

مدت کے بعد ان پر حملہ کرتے اور مجبوراً مسلمانوں کو اپنے بچاؤ اور دفاع کے لئے ان سے جنگ کرنی پڑتی ان جنگوں میں جب فریق مخالف کو شکست ہو جاتی تو وہ اپنا مال واسباب چھوڑ کر بھاگ جاتے تو ان کا چھوڑا ہوا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا اور اسے مال غنیمت کہا جاتا تھا۔ اس تقسیم کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ بلا وجہ کی جنگ جو ان پر تھوپی گئی اور اس کے لئے انہیں تیاری کرنی پڑی اپنے مال اور اپنی جان ان میں جھونکنی پڑی اس کے لیے اپنی تجارت و کاروبار کو عارضی طور پر بند کرنا پڑا۔ اس خسارے کی کسی حد تک تلافی ہو سکے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں اسکی تقسیم کا یہ اصول تھا کہ سارے اموال میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے وقف کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد بقیہ مال جنگ میں شریک ہونے والوں میں برابر تقسیم کر دیا جاتا یہ بھی مقرر تھا کہ سوار کو پیدل کی نسبت دو حصے دئے جاتے اور پانچواں حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص کر دیا جاتا اس میں سے کچھ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل و عیال میں تقسیم کر دیتے اور اکثر حصہ مسلمانوں کی اجتماعی دینی ،قومی اغراض میں صرف ہوتا تھا۔ آیت میں جو یہ فرمایا گیا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (پس یہ تمہیں اس نے فوری عطا کر

دیں) ان الفاظ میں ان اموال غنیمت کے ملنے کا ذکر ہے جو خیبر میں لڑنے والی جنگ (7 مئی 628) میں مسلمانوں کو ملے تھے۔ اور لوگوں کے ہاتھ ان سے روک لے (کَفَّ اَیۡدِیَ النَّاسِ۔۔۔) سے مراد حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کو تم پر حملہ کرنے سے باز رکھا۔

مال غنیمت پر قبضہ کرنے اور اسے استعمال کرنے کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی دینی کتاب تورات میں بھی مذکور ہے کہ:

اور جب تو کسی شہر کے پاس اُس سے لڑنے کے لئے آپہنچے تو پہلے اُس سے صلح کا پیغام کر۔ تب یوں ہوگا کہ اگر وہ تجھے جواب دے کہ صلح منظور اور دروازہ تیرے لئے کھول دے تو ساری خلق جو اس شہر میں پائی جاوے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دیوے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے۔ (استثناء باب 20 آیت 10 تا 15)

یہودی شریعت کا یہ حکم محض ایک کاغذی حکم نہیں تھا جس پر کبھی عمل نہ کیا گیا ہو بلکہ

بنواسرائیل کا ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے اور یہودی قضیئے ہمیشہ اسی اصل کے ماتحت تصفیہ پاتے رہے ہیں۔ چنانچہ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

اورانہوں نے (یعنی بنواسرائیل نے) مدیانیوں سے لڑائی کی جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا اور سارے مردوں کو قتل کیا۔ اورانہوں نے ان مقتولوں کے سوا آدمی اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور باعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اوران کے بچوں کو اسیر کیا اورانکے مواشی اور بھیڑ بکری اور مال واسباب سب لوٹ لیا۔

(گنتی باب 31 آیت 7-12)

حضرت مسیح ناصری کو (جو وہ بھی بنواسرائیل میں سے ہی تھے) گو اپنی زندگی میں حکومت نصیب نہیں ہوئی اور نہ جنگ و جدال کے موقعے پیش آئے جن میں اُنکا طریق عمل ظاہر ہوسکتا۔ مگران کے بعض فقروں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شریر اور بد باطن دشمنوں کے متعلق ان کے کیا خیالات تھے۔ چنانچہ اپنے دشمنوں کو مخاطب کرکے حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ:

اے سانپوں! سانپوں کے بچوں! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے؟

(متی باب 23 آیت 33)

تورات کی مذکورہ تعلیم کے بعد قرآن مجید میں مال غنیمت کو اپنی تحویل میں لیکر اسے استعمال کرنے میں کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔

اعتراض آیت نمبر: (q)2

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ ۟ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۱۱۱﴾

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 111)

ترجمہ: یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں تا کہ اس کے بدلہ میں اُنہیں جنت ملے۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اُس کے ذمہ یہ پختہ وعدہ ہے جو تورات اور انجیل

اور قرآن میں (بیان) ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ پس تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

وضاحت: اسلامی عقیدے کے مطابق انسان کو یہ زندگی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا کی ہے۔ اور مال بھی اسکے فضل سے ملتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے بنی نوع انسان کے لئے دین اسلام پسند کیا ہے پس جسکی سمجھ میں آئے وہ اسے قبول کر لے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے اور سخت آزمائشوں میں بھی اسکے پائے ثبات میں لغزش نہیں آنی چاہئے۔ اور ہر حال میں اپنے دین پر قائم و دائم رہے اور اسی اصول کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب جنگ کی حالت تم پر مسلط کر دی جائے تو تم پوری طاقت کے ساتھ اپنا دفاع کرو اور دشمن کا مقابلہ کرو اور اسکے لئے اگر آپ کو اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو وہ بھی دو اور مال بھی قربان کرنا پڑے تو وہ بھی دو اور سمجھ لو کہ یہ سب عارضی چیزیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعہ یہ سمجھایا کہ جیسے تم کسی تاجر سے اشیاء خریدتے ہو اور اُن اشیاء کے بدلے میں تم اسے اپنے مال میں سے قیمت ادا کرتے ہو پس جب تم

اپنے دین کے دفاع اور اس کی حفاظت اور اس پر ثابت قدم رہنے کے لئے اپنی جانیں اور مال قربان کرو گے تو یقین کرلو کہ تم اپنی جان اور مال اللہ کو فروخت کر رہے ہو گے اور اللہ تمہیں اس کی قیمت اگلے جہان میں ادا کرے گا۔اس مثال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ جان و مال عطاء کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور قربانی دینے والا اسکی جزاء اللہ تعالیٰ سے ہی پائے گا اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ وعدہ تورات اور انجیل میں بھی موجود ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت بھی دی اور یقین بھی دلایا کہ اے مومنو اپنے اس سودے پر کسی قسم کا افسوس نہ کرو بلکہ خوش ہو جاؤ یہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہاں ان جنگوں کا ذکر ہے جو ابتدائے اسلام میں لڑی جاتی تھیں اور صحابہ کرام اس میں بے دریغ اپنی جانیں اور مال قربان کرتے تھے اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو انکو دینے کا وعدہ کیا ہے وہ تو دے گا ہی مگر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انکی اولادوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا۔

اس وضاحت سے اس آیت پر کسی قسم کا کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔

اعتراض آیت نمبر:2(r)

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ‌ۚ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ ﴿۵۸﴾

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 58)

ترجمہ: اوران میں سے ایسے بھی ہیں جو تجھ پر صدقات کے بارہ میں الزام لگاتے ہیں۔ اگران (صدقات) میں سے کچھ انہیں دے دیا جائے تو خوش ہوجاتے ہیں اور اگر اُنہیں ان میں سے نہ دیا جائے تو وہ فوراً ناراض ہوجاتے ہیں۔

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات میں تین گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ پہلا گروہ ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا اور خلوص نیت کے ساتھ آپکی اطاعت کی۔ دوسرا گروہ ہے جنہوں نے آپ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ تیسرا وہ گروہ تھا جو بظاہر تو مسلمان ہو گیا لیکن باطنی طور پر وہ انکاری ہی رہا۔ نہ صرف انکاری بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ سازشیں کرتا رہا اور نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ازواج مطہرات پر طرح طرح کے الزام اور اعتراض

کرتا تھا اور سادہ لوح مسلمانوں کو دین اسلام سے بدظن کرنے کی کوشش کرتا تھا ۔انہیں اعتراضات میں سے ایک یہ تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو صدقات جمع ہوتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستحقین کو نہیں دیتے بلکہ اس کی تقسیم میں اپنے اقرباء اور احباء کو زیادہ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس الزام کی تردید کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان الزمات کی طرف التفات نہ کرنے کی تاکید فرمائی ۔ نیز منافقین کی یہ کیفیت بھی بتائی کہ اگر اُنکو ان صدقات میں سے کچھ دیا جاتا ہے تو وہ راضی اور خوش ہوجاتے ہیں اور جب اُنکی مرضی اور اُمید کے مطابق انکی امداد نہیں ہوتی تو وہ ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء کو یہ تاکید کی کہ اس قسم کے الزامات منافقین کی طرف سے اُن پر اور مومنوں کی جماعت پر آئندہ بھی ہوتے چلے جائیں گے ۔لیکن تم نے عدل وانصاف کے ساتھ اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق صدقات کو مستحقین میں تقسیم کرنا ہے اور الزام لگانے والوں کے الزامات کی قطعاً پرواہ نہیں کرنی یہ ایک اصولی تعلیم تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو دی تھی۔

اعتراض آیت نمبر:2(t)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥٢

(سورۃ المائدہ، سورۃ نمبر 5 آیت نمبر 52)

ترجمہ: اے وے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ پکڑو۔ وہ (آپس ہی میں) ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جو اُن سے دوستی کرے گا وہ اُنہی کا ہو رہے گا۔ یقیناً اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

وضاحت: ہر مذہب میں تمام افراد ایک جیسے نہیں ہوتے کچھ باوجود اختلاف مذہب کے اعلیٰ اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے مخالفانہ روش کی وجہ سے مسلمانوں کے تئیں بغض و عداوت رکھتے ہیں وہ ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں بایں وجہ قرآن مجید نے ایسے نقصان پہنچانے والے یہود و نصاریٰ سے دوری بنائے رکھنے اور دوستی نہ کرنے کی تعلیم دی ہے البتہ یہود و نصاریٰ میں سے جو شریف الطبع ہیں اور اُن سے کسی قسم کی سازش

اور نقصان کا خطرہ نہیں اُنکو دوست بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ مصائب اور مخالفت کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حبشہ کے عیسائی بادشاہ اصحمہ نجاشی کے پاس چلے جانے کا حکم دیا حالانکہ وہ عیسائی تھا لیکن اپنے حسن سلوک کی وجہ سے وہ معروف ومشہور تھا اور بالفعل اختلاف عقیدہ کے باوجود اُس نے مسلمانوں کو اپنے ملک میں نہ صرف پناہ دی بلکہ انکو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں بھی مدد دی۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد مورخہ 24 ذی الحجہ بمطابق 21 رمضان 632ھ کو مدینہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا اکرام واحترام فرمایا اور اُنکو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بٹھا کر تبلیغی بات چیت کی اور جب اُنکی عبادت کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا انہیں اسی مسجد میں عبادت کرنے دو چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف رُخ کر کے اپنی عبادت کی۔ (بحوالہ ابن سعد۔ ذکر وفادات العرب وفد نجران)

پس ان دو واقعات سے معلوم ہوا کہ جن یہود اور نصاریٰ سے دوستی نہ رکھنے کی تعلیم دی جارہی ہے وہ وہی ہیں جو اسلام اور بانئ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ اسکے علاوہ باقی یہود، نصاریٰ سے تعلقات

رکھنے میں کوئی امر مانع نہیں۔

اعتراض آیت نمبر:(u)2

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 29)

ترجمہ: اہلِ کتاب میں سے اُن سے قتال کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ ہی اسے حرام ٹھہراتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور نہ ہی دینِ حق کو بطور دین اپناتے ہیں یہاں تک کہ وہ (اپنے) ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ بے بس ہو چکے ہوں۔

وضاحت: اس آیت میں اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔قاتلوا باب مفاعلہ کا صیغہ ہے اس باب سے عربی میں اگر کوئی کلمہ (لفظ) آئے تو اس میں دو اشخاص کی مشارکت (یعنی شریک ہونے) کے معنی پائے جاتے ہیں مثلا! قا تل

زَیدٌ وَعَمرٌوا زید اور عمر نے باہم ایک دوسرے سے لڑائی کی۔ مذکورہ آیت کے الفاظ سے ثابت ہے کہ اُن اہل کتاب سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور وہ جو دین حق حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا تھا اُس پر پوری طرح عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے مسلمانو اگر ایسے اہل کتاب تم سے جنگ کریں تو تم پر بھی سابقہ شرائط جنگ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے دفاع کا حق حاصل ہوگا۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (1889ء-1965ء) خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ زیر آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس کے یہ معنے نہیں کہ یہود سے بغیر دلیل کے جنگ جائز ہے کیونکہ جنگ کی شرائط دوسری جگہ موجود ہیں ان کو اس موقعہ پر ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا۔ ایک بڑی شرط جنگ کی یہ ہے کہ دشمن ظالمانہ حملہ کرے مسلمان صرف دفاع کرسکتا ہے۔ پس اگر یہودی حملہ کریں تو بتایا ہے کہ ان سے جنگ جائز ہے مگر وہ مغلوب ہوجائیں۔ اور شکست کھا کر جزیہ دینے کو تیار ہوجائیں تو پھر لڑائی کو لمبا نہ کیا جائے۔ بلکہ ان کی پہلی غلطی کو معاف کردیا جائے۔ وَ هُم صَا غِرُو نَ کا مطلب ہے کہ وہ عَن یَد جزیہ دیں یعنی اپنی مرضی سے شکست کھا کر اس کا اقرار کریں تو ان سے جزیہ کی شرط قبول کر

لو ردّ نہ کرو اور لڑائی کو لمبا نہ کرو۔ پس یہ احسان ہے ظلم نہیں۔ صَا غِرُونَ سے صرف اس طرف اشارہ ہے کہ وہ اس کے متعلق معاہدہ کریں۔

جزیہ کا مفہوم:

جزیہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ عربی کی مشہور لغت (ڈکشنری) المنجد میں تحریر ہے کہ: زمین کا محصول اور ٹیکس جو ذمّی سے لیا جاتا ہے۔ زمین کا خراج (بحوالہ المنجد زیر لفظ جزی)۔ ذمّی لفظ ذمہ سے مأخوذ ہے جس کے معنی وہ شخص جو اپنی حفاظت کی ذمہ داری حکومت کے سپرد کرتا ہے۔

جزیہ کی حکمت یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ جنہوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا یا حملہ کرنے کی سازش اور تیاری کر رہے تھے اور مسلمانوں کو اُنکی طرف سے حملے کی اطلاع مل گئی تھی اور مسلمانوں نے اُنکے حملے سے بچنے اور دفاع کرنے کے لئے اُن سے جنگ کی اور اللہ تعالیٰ حملہ کرنے والوں کو شکست دے دے اور وہ شکست خوردہ مسلمانوں سے اس بات پر معاہدہ کرلیں کہ ہم آپکی مملکت میں ایک اچھے شہری بن کر رہنا چاہتے ہیں اور اپنی جان و مال کی حفاظت و امان چاہتے ہیں اور اسکے لئے ہم مذکورہ معاہدہ کے تحت اتنی رقم بطور ٹیکس (جزیہ) ادا کیا کرینگے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہر حکومت اپنے ملکی انتظامات چلانے کے لئے اپنے شہریوں سے مختلف قسم کے ٹیکس وصول کرتی ہے۔ اسلامی حکومت معاشرے کے حاجت مند طبقے کی حاجت روائی اور دوسرے انتظامات کے لئے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور صدقات و دیگر چندجات وصول کرتی تھی۔ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ مسلمان وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ (سورۃ البیّنۃ، سورۃ نمبر 98 آیت نمبر 6) کہ وہ زکوٰۃ دیں ۔پھر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور آپکی وساطت سے ہر خلیفہ کو یہ حکم دیا کہ

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَ تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا وَ صَلِّ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۰۳﴾

(سورۃ التوبہ، سورۃ نمبر 9 آیت نمبر 103)

ترجمہ: تُو ان کے مالوں میں سے صدقہ قبول کرلیا کر، اس ذریعہ سے تُو اُنہیں پاک کرے گا نیز اُن کا تزکیہ کرے گا۔ اور اُن کے لئے دعا کیا کر یقیناً تیری دعا اُن کے لئے سکینت کا موجب ہوگی اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

یہاں قابل توجہ امر یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ سے تو زکوٰۃ اور صدقات نہیں لئے جا سکتے وہ

تو مسلمانوں پر ہی فرض ہیں۔لہذا مسلمانوں کے علاوہ دوسرے شہریوں سے جو ٹیکس لیا جاتا تھا اُس کا نام جزیہ رکھا جاتا تھا۔اس سلسلہ میں تاریخ اسلام سے ایک واقعہ تحریر کرنا مناسب ہوگا۔

حضرت عمر بن الخطاب ؓ کے زمانے میں اسلامی فوجیں ''حمص ''(شام) سے پیچھے ہٹ آئیں تو

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے یہودیوں اور عیسائیوں کو بلا کر کئی لاکھ کی رقم جزیہ جو اُن سے وصول کیا گیا تھا اُنہیں واپس کر دیا۔اور یہ کہا اب چونکہ ہم تمھاری حفاظت نہیں کر سکتے اسلئے یہ جزیہ کی رقم بھی نہیں رکھ سکتے اور تمھیں واپس کر رہے ہیں

۔

فَكَتَبَ أَبُو عُبَيْدَةَ إِلَى كُلِّ وَالٍ مِمَّنْ خَلَّفَهُ فِي الْمُدُنِ الَّتِي صَالَحَ أَهْلَهَا يَأْمُرُهُمْ أَنْ يردوا عَلَيْهِم مَا جبى مِنْهُمْ مِنَ الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ، وَكَتَبَ إِلَيْهِمْ أَنْ يَقُولُوا لَهُمْ: إِنَّمَا رَدَدْنَا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ، لأَنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا مَا جُمِعَ لَنَا مِنَ الجموع، وَأَنَّكُمُ اشْتَرَطْتُمْ عَلَيْنَا أَنْ نَمْنَعَكُمْ، وَإِنَّا لا نَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ، وَقَدْ رَدَدْنَا عَلَيْكُمْ مَا أَخَذْنَا مِنْكُمْ وَنَحْنُ لَكُمْ عَلَى

الشَّرْطِ وَمَا كَتَبْنَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ نَصَرَنَا اللَّهُ عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا قَالُوا ذَلِكَ لَهُمْ، وَرَدُّوا عَلَيْهِمُ الأَمْوَالَ الَّتِي جَبَوْهَا مِنْهُمْ، قَالُوا: رَدَّكُمُ اللَّهُ عَلَيْنَا وَنَصَرَكُمْ عَلَيْهِمْ.

(صفحة: 153 - كتاب الخراج لأبي يوسف - فصل في الكنائس والبيع والصلبان - المكتبة الشاملة الحديثة)

مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ نے ہر اُس والی (حاکم) کو جس نے اپنے زیر انتظام علاقے خالی کر دیئے تھے یہ حکم بھیجا کہ جن باشندوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا ہے وہ انکو وصول کردہ خراج اور جزیہ کی رقم واپس کر دیں۔ ابوعبیدہ نے انکو لکھا: ہم نے تم سے خراج اور جزیہ اس شرط پر وصول کیا تھا کہ ہم (مسلمان) تمہاری جان و مال کی حفاظت کریں گے لیکن فی الحال تم اسکی استطاعت نہیں رکھتے بایں وجہ تمہاری رقم تمہیں واپس لوٹا رہے ہیں۔ جب مسلمانوں نے یہود اور نصاریٰ کو انکے وصول کردہ اموال واپس کر دیئے تو انہوں نے مسلمانوں کو کہا: اللہ تمہیں ہماری طرف واپس لائے اور تمہیں دشمنوں پر غلبہ عطا کرے۔

اس وضاحت کے بعد مذکورہ آیت پر کسی قسم کا کوئی اعتراض درست نہیں ہو سکتا۔ لہذا

اس آیت کے بارے میں کسی معترض کی طرف سے کسی قسم کا مطالبہ قابل قبول نہیں ہو گا۔

اعتراض آیت نمبر:(v)2

وَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ (سورۃ المائدہ، سورۃ نمبر 5 آیت نمبر 15)

ترجمہ: اور اُن لوگوں سے (بھی) جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان کا میثاق لیا پھر وہ بھی اس میں سے ایک حصہ بُھلا بیٹھے جس کی انہیں تاکیدی نصیحت کی گئی تھی۔ پس ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک باہمی دشمنی اور بغض مقدر کر دیئے ہیں اور اللہ ضرور اُن کو اس (کے بدانجام) سے آگاہ کرے گا جو (صنعتیں) وہ بنایا کرتے تھے۔

وضاحت: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس (میثاق) عہد کا ذکر فرمایا ہے جو بنی اسرائیل کی طرح اُن سے بھی لیا گیا تھا۔ اس میثاق کا ذکر سورۃ البقرہ آیت (84)

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ قف وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۴﴾ (سورۃ نمبر 2 آیت نمبر 84) ترجمہ: اور جب ہم نے بنی اسرائیل کا میثاق (اُن سے) لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین سے احسان کا سلوک کرو گے اور قریبی رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے بھی۔ اور لوگوں سے نیک بات کہا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اس کے باوجود تم میں سے چند کے سوا تم سب (اس عہد سے) پھر گئے۔ اور تم اِعراض کرنے والے تھے۔

بنی اسرائیل سے جو عہد لئے گئے تھے تورایت میں اس کا ذکر آیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو کہا کہ:

1۔ ''میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔ تُو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا۔ جو اُوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے

پانی میں ہے۔تو اُن کے آگے سجدہ نہ کرنا نہ ان کی عبادت کرنا۔ کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں۔"

(تورات۔خروج۔باب 20 آیت 3)

2۔یسوع مسیح (عیسی ابن مریم) نے کہا کہ:

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں" (انجیل۔یوحنا باب 17 آیت 3)

3۔"یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (انجیل متی باب آیت 17)

4۔پولُس نے کہا: وہ شریعت (تورات) جس کے بارے میں مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں اُسے منسوخ کرنے آیا ہوں۔منسوخ کرنے نہیں پورا کرنے آیا۔پولُس نے اُسے لعنت کہا:

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے"

(انجیل مقدس یعنی ہمارے خداوند اور مُنجی یسوع مسیح کا نیا عہد نامہ۔گلیتوں باب 3)

خدا نے نصاریٰ سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ یہ عہد (میثاق) لیا تھا کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ اور اُس کی ہی عبادت کرو مگر انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ (سورۃ المائدہ، سورۃ نمبر 5 آیت نمبر 73) ترجمہ: یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابنِ مریم ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ (سورۃ المائدہ، سورۃ نمبر 5 آیت نمبر 74) ترجمہ: یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے (بھی) جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔

اس عہد کو توڑنے سے دو نتیجے برآمد ہوئے: (1) بنی اسرائیل (یہود) جو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق خدائے واحد پر ایمان رکھتے تھے اور اُسی کی عبادت کرتے ہیں اس مذہبی عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے نصاریٰ کے مخالف ہو گئے۔ اور دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ نصاریٰ کے فرقوں کے درمیان بھی باہم شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ وہ کرتے تھے اللہ

اس پر انہیں جلد آگاہ کرے گا۔

مذکورہ آیت کا مضمون صاف اور واضح ہے اور اس پر کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہیں۔

اعتراض آیت نمبر:(y)2

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

(سورۃ ال عمران، سورۃ نمبر 3 آیت نمبر 152)

ترجمہ: ہم ضرور ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے جنہوں نے کفر کیا کیونکہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس کو جس کے بارے میں اس نے کوئی بھی دلیل نازل نہیں کی۔ اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

وضاحت: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ منکر ہیں انہوں نے اُس چیز کو اللہ کا شریک بنا لیا ہے۔ جس کے شریک بنانے کے بارے میں انکے پاس کوئی دلیل ہی نہیں اور ان جھوٹے شریک بنانے والوں کے دلوں میں ہم رُعب ڈال

دینگے اور اسو جہ سے ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ کیا ہی بُرا ہوتا ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دُعا کی تھی

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۶﴾ (سورۃ ابراھیم، سورۃ نمبر 14 آیت نمبر 34)

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا اے میرے ربّ! اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

خانہ کعبہ خدائے واحد ویگانہ کی توحید کے اعلان کا گھر تھا اسے حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کروایا تھا مگر کسی شیطانی وسوسے سے اہل مکہ نے خانہ کعبہ میں بت رکھنے کا آغاز کیا بالآخر یہ تعداد 360 تک پہنچ گئی ان بتوں کی عبادت کی جاتی اور ان سے مدد واستعانت مانگی جاتی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے مقام نبوت پر فائز کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کو مکہ والوں کے سامنے پیش کیا۔ قل هو الله احد تو کہہ دے کہ اللہ ایک ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں یہ بت نہ تو تمھاری دعائیں سنتے ہیں اور نہ ہی تمھیں نفع

پہنچانے یا

نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتے ہیں اس بارے میں اللہ نے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَہٗ ؕ وَ اِنۡ یَّسۡلُبۡہُمُ الذُّبَابُ شَیۡئًا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡہُ مِنۡہُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الۡمَطۡلُوۡبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۷۴﴾

(سورۃ الحج، سورۃ نمبر 22 ایت نمبر 74و75)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ہرگز ایک مکھی بھی نہ بنا سکیں گے خواہ وہ اِس کے لئے اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو وہ اُس کو اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ کیا ہی بے بس ہے (فیض کا) طالب اور وہ جس سے (فیض) طلب کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اللہ کی ویسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق تھا۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

تیرہ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں اور اسکے بعد مدینہ میں جا کر خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلاتے رہے اور اسکے جواب میں کفار مکہ وعرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی شدید مخالفت کرتے رہے۔اور متعدد جنگوں کے ذریعہ آپکو اور آپکے عقیدے کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے رہے۔

فتح مکہ کے بعد جب سیدنا محمد ﷺ نے کفار مکہ کے لئے عام معافی کا اعلان کر دیا تو اُن میں سے بہت سے لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک رُعب ڈال دیا۔جس محمد ﷺ اور اسکے صحابہ کو یہ لوگ کمزور سمجھتے تھے اور جس اللہ کی طرف وہ بلاتے تھے اُسے استہزاء اور استخفاف کی نظر سے دیکھتے تھے فتح مکہ کے موقعہ پر وہی لوگ آنحضرت ﷺ سے مرعوب اور خوفزدہ نظر آرہے تھے اور حضور ﷺ نے اُنکے سامنے ایک عظیم الشان اعلان فرمایا لاتثریب علیکم الیوم وانتم الطلقاء تم پر کوئی سرزنش نہیں کی جائے گی اور تم سب آزاد ہو اس عدیم المثال واقعہ نے کفار مکہ کے دلوں میں ایک رعب ڈالا اور وہ یہ سوچنے لگے کہ ہم تو 360 بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اُن سے مدد چاہتے تھے اور حضرت محمد ﷺ کہتے تھے کہ انکی عبادت فضول اور بے فائدہ ہے خدائے واحد لاشریک کی عبادت کرو لیکن ہم نے اسکی نصیحت کو نہ مانا اور بدستور اپنے بتوں کی عبادت کرتے رہے اور محمد ﷺ خدائے واحد کی عبادت کرتے رہے ہم اپنے معبودوں سے فتح کی دعائیں مانگتے رہے وہ

اپنے اللہ سے دعائیں مانگتا رہا آخر نتیجہ یہ نکلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اللہ نے اسکی دعا کو سُنا اور اسکو فتح اور ہم پر غلبہ سے ہم کنار کیا اور ہمارے بتوں نے ہماری کوئی مدد نہ کی نہ ہماری کوئی دعا سُنی ہم پسپا اور ذلیل

ہوئے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ واحد لاشریک ہی عبادت کے لائق ہے۔ بتوں کی عبادت سے ہمیں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ یہ رعب تھا جو اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں میں ڈالا اور اس آیت کا ذکر مختلف مواقع پر ہوا اور یہاں بھی اس کا ذکر کیا گیا۔ آیت کا مضمون واضح اور صریح ہے کسی بھی سلیم الطبع انسان کے نزدیک اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

حرف آخر:

سید وسیم رضوی صاحب کے تمام اعتراضات کے جوابات تحریر کر دیے گئے۔ اس اُمید کے ساتھ کہ وہ ان کا بغور مطالعہ کریں گے۔ اگر کوئی بات قابل وضاحت ہو تو تحریر فرمائیں۔ اس کا جواب بھی تحریر کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آخر میں مکرر تحریر ہے کہ سید وسیم رضوی صاحب نے انڈین سپریم کورٹ میں قرآن مجید کی آیات حذف کرنے کے بارے میں عرضی دی ہے وہ ذرا یہ بتائیں کہ کیا وہ روئے زمین پر بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کے حفاظ اور قاری صاحبان کے سینوں سے بھی مذکورہ آیات کے حزف کا مطالبہ کریں گے۔ اگر وہ یہ مطالبہ کریں تو یہ پرلے درجے کی جہالت ہو گی۔ پس اگر یہ ناممکن ہے تو پھر اس مطالبے کا مقصد اسکے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کر کے انکو مشتعل کرنے کی مذموم جسارت کی گئی ہے۔

یاد رکھیں قرآن مجید کی کوئی آیت دہشت گردی اور فتنہ پردازی کی ہرگز ترغیب نہیں دیتی البتہ آپ کا حذف آیات کا مطالبہ بعض طبائع میں دہشت گردی کے جراثیم پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

لہٰذا درخواست دہندہ کو اس سے گریز کرنا چاہئے کہ ملک اور قوم کی سلامتی اور خیر اسی میں ہے کہ باہمی اتحاد کو فروغ دیا جائے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ملک کو ہر لحاظ سے سلامت رکھے اور خوشحالی کا گہوارہ بنائے۔

وَ مَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۸

(سورۃ یٰسٓ، سورۃ نمبر 36 آیت نمبر 18)

ترجمہ: اور ہم پر کھول کر بات پہنچانے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں۔